ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا۔ القرآن الکریم

صلوا کما رایتمونی اصلی۔ الحدیث النبویؐ

کیا نماز جنازہ میں

سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے؟

تالیف : ابو یوسف محمد ولی درویش

الاستاذ بجامعة العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

فہرست مضامین کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک
یوم الدین والصلوۃ والسلام علی سیدالانبیاء
والمرسلین وعلی آلہ و صحبہ اجمعین ومن تبعھم
باحسان الی یوم الدین۔ اما بعد!

کچھ عرصہ پہلے نماز جنازہ کے بارے میں ایک استفتاء آیا تھا۔ جس کے جواب میں بندہ نے سنن ترمذی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ذکر کیا تھا جس مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کی تعلیم دی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔

"باب مایقول فی الصلاۃ علی المیت"

ترجمہ: "یعنی نماز جنازہ میں کیا کہا جائے گا تو حدیث میں ہے۔

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاصلی علی الجنازہ قال اللھم اغفرلحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرناو کبیرنا و ذکرنا وانثانا۔"

(ترمذی ۱-۱۲۶)

ترجمہ :"یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے تو مذکورہ دعا پڑھتے۔ یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ اگر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ ہوتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے، تو حدیث میں اس کا ضرور ذکر ہوتا۔ حالانکہ کسی صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ نیز علی صلہ دعا کے لئے آتا ہے قرات کے لئے نہیں۔ اور یہاں باب ہے علی المیت۔ تو معلوم ہوا کہ میت کیلئے کیسے دعا کی جائے گی، یہ نہیں کہ میت پر کیا پڑھا جائے گا۔

صحابی کے قول "من السنة" کا مفہوم

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا ثابت ہے اور انہوں نے اس کو سنت کہا ہے۔ غیر مقلدین اس حدیث سے فاتحہ کے پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں سنت سے مراد سنت نبوی ہے کیونکہ صحابی جب سنت کہے تو اس سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے۔ غیر مقلدین کا زور بس اسی بات پر ہے کہ سنت سے مراد سنت نبوی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ اجماعی مسئلہ ہے یا اختلافی؟ لیکن اس سے قبل کہ ہم خاکی جان صاحب کے جواب کا جائزہ لیں۔ موصوف کی "چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد" کو طشت ازبام کریں۔ موصوف صف ۷ پر لکھتے ہیں کہ "مصنف

ابن ابی شیبہ" جو ادارۃ القرآن کراچی والوں نے شائع کی ہے۔ اس میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں انہوں نے تحریف کی ہے۔ اور تحت السرۃ کے الفاظ بڑھا دیئے اور دلیل یہ دی ہے کہ بیروت سے طبع شدہ میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ یہ بات موصوف کا کتابوں سے تعلق نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ نسخوں میں کمی بیشی کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ صحیح بخاری کے نسخوں میں کتنا فرق ہے۔ دور نہ جائیں مطبوعہ نسخہ کے حاشیہ پر ذرا نظر دوڑائیں تو یہ حقیقت آپ پر آشکارا ہو جائے گی۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جب کوئی حدیث غیر مقلدین کے مزعومات کے خلاف ہو جائے۔ تو فورا" کہتے ہیں۔ کہ اس میں تحریف ہوئی ہے جیسا کہ مسند حمیدی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث عدم رفع الیدین کے بارے میں ان کا اصرار ہے۔ حالانکہ اگر ان کے زعم کو مانا جائے تو وہاں عبارت سرے سے بنتی ہی نہیں۔ خاکی جان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "صحیح ابن خزیمہ" میں حسن سند کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث موجود ہے۔ (ص ۷) میں کہتا ہوں کہ خاکی جان صاحب! کسی حدیث پر حسن کا حکم لگانے کا یہ شوق تمہیں کب سے ہوا؟ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ سند حسن ہے یا غیر حسن؟

دیکھیے صحیح ابن خزیمہ کی اس روایت کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جسکے بارے میں علامہ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں :

"قال البخاری منکرالحدیث وقال

ابوزرعة فی حدیثه خطأ کثیر۔(۵-۳۵۴)

ترجمہ :" یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔ اور یاد رکھیے کہ منکر الحدیث وہ ہوتا ہے۔ جس سے روایت جائز نہ ہو۔ تو کیا اس کے باوجود یہ حدیث حسن ہو سکتی ہے؟۔

اگر اس کے باوجود یہ حدیث حسن ہے۔ تو پھر دنیا میں شاید کہیں کوئی ضعیف حدیث نہ ہو گی۔

موصوف آگے لکھتے ہیں۔ کہ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں :

ان هذاالعلم دین فانظروا عمن تاخنون دینکم۔ (مشکوۃ (۱-۹۰)

جناب والا یہی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ جب اس ایک حدیث میں خاکی جان کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اب اس کی کسی بات کا اعتبار کرنا کذب کو فروغ دینا ہو گا۔ آگے موصوف نے مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کی طرف بے سروپا اور لغو باتیں منسوب کی ہیں۔ اس کے جواب میں ہم صرف "موتوا بغیظکم" کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

خاکی جان نے اپنے اس جواب کو علمی و تحقیقی جواب قرار دیا ہے۔ اب آگے دیکھتے ہیں کہ کہیں "کھودا پہاڑ نکلا چوہا" والا معاملہ تو نہیں؟۔ اور خاکی جان صاحب نے اپنا کاغذ اور وقت خاک میں تو نہیں ملایا۔

خاکی جان نے اپنے مدعا مین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ ایک جگہ نسائی کے حوالے سے اور دوسری جگہ بخاری کے حوالے سے۔ ان دونوں حدیثوں سے استدلال اس بات پر موقوف ہے۔ کہ اس حدیث میں ہے کہ "انھا سنة" اب اس سنت سے کیا مراد ہے؟ خاکی جان صاحب لکھتے ہیں کہ نصب الرایہ میں ہے :

"واعلم ان لفظة السنة يدخل فی المرفوع عندھم، قال ابن عبدالبر فی التقصی واعلم ان الصحابی اذا اطلق اسم السنة فالمرادبه سنة النبی صلی اللہ علیه وسلم۔ (۱-۳۱۴)

پھر حاکم کے حوالے سے بھی یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہاں سنت سے سنت نبوی مراد ہے۔

جواب : افسوس کہ خاکی جان صاحب نے یہ تو لکھا کہ "پس ثابت ہوا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھ کر سنت کا اطلاق کیا، تو اس سے ان کی مراد سنت نبوی ہے۔ لیکن اس پر اس نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی، کہ یہاں سنت سے مراد سنت نبوی ہے۔ کیونکہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۶۱ پر لکھتا ہے کہ "امام مالک کا قول یا عمل اھل المدینہ حجت نہیں ہے۔ حجت و دلیل صرف دو چیزیں ہیں۔ ۱۔ قرآن۔ ۲۔ حدیث۔ لیکن یہاں اپنے اس قول کے اعتبار سے اپنے دعوی پر

نہ تو آیت قرآنی پیش کی۔ اور نہ حدیث نبوی' کہ یہاں حدیث ابن عباسؓ میں سنت سے مراد سنت نبوی مراد ہے۔ بلکہ ایک ابن عبدالبرؒ کا قول پیش کیا' جو کہ مالکی ہیں' یعنی امام مالکؒ کے مقلد ہیں اور دوسرا امام شافعیؒ کا قدیم مرجوع عنہ قول مستدرک کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ جو کہ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں یہ عجیب بات ہے کہ صاحب المذہب اور استاذ کی بات تو غیر معتبر ہو۔ اور مقلد اور شاگرد کہے تو وہ معتبر' حالانکہ نہ ابن عبدالبرؒ کا قول کوئی آیت یا حدیث ہے اور نہ ہی امام شافعیؒ کا' تو پھر کس بنیاد پر خاکی جان صاحب فرماتے ہیں؟ کہ "پس ثابت ہوا" پہلے اپنے قول کے اعتبار سے قرآن و حدیث سے دلیل تو پیش کرو پھر کہو کہ پس ثابت ہو گیا۔ یہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" کے اصول پر کیوں عمل ہے؟ آپ تو ماشاء اللہ اپنے آپ کو اھل حدیث کہتے ہیں۔ لائیے اس بات پر حدیث کہ یہ بات فلاں حدیث سے ثابت ہے۔ امتی کی بات ماننا تو آپ کے ہاں تقلید ہے۔ اور تقلید پر تم نفرین کہتے ہو۔ اور یہاں خود ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں آپ کا فائدہ ہو' وہاں تقلید شیرمادر کی طرح حلال۔ اور جہاں فائدہ نہ ہو وہاں حرام۔ جانتے ہیں یہ دو رخہ پالیسی کن لوگوں کا طریقہ ہے؟ باقی رہی یہ بات کہ صحابی جب کہے کہ "ومن السنة كذا یا السنة" تو کیا اس سے واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے؟ اور کیا یہ واقعی

اجماعی بات ہے۔ جیسا کہ خاکی جان صاحب نے حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

"وقد اجمعوا علیٰ ان قول الصحابی سنة حدیث مسند مستدرک"۔ (۱-۳۵۸)

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہ بعض شوافع کے وضع کردہ اصول ہیں۔ احناف کے ہاں یہ اصول نہیں ہے۔

احناف کا مذہب

امام طحاویؒ لکھتے ہیں۔

"وقالوا اما ما رویتموہ عن عمر من قولہ اصبت السنة فلیس فی ذلک دلیل علی انہ من عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لان السنة قدتکون منہ وقدتکون من خلفاء قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین اھ۔ شرح معانی الاثار باب المسح علی الخفین"۔ (۱-۸۰) طبع بیروت جدید۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا "اصبت السنة" میں اس پر کوئی دلیل نہیں ۔کہ یہاں سنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد ہے۔ کیونکہ سنت جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اوروں کی بھی ہوتی ہے چنانچہ ارشاد نبوی

ہے :

"علیکم بسنتی و سنة الخلفاء
الراشدین المهدیین"

دیکھیے اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے خلفاء راشدین کی سنت کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ امام طحاوی" کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں ہے، احناف اس کے قائل نہیں ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی" اپنی کتاب "اصول السرخسی" میں لکھتے ہیں :

"اختلف العلماء فی فصل من هذا
الجنس وهوان الصحابی اذاقال امرنا بکذا
اونهینا عن کذا او السنة کذا فالمذهب
عندنا انه لا یفهم من هذا المطلق الاخبار
بامر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم او انه
سنة رسول اللہ وقال الشافعی فی القدیم
ینصرف الی ذلک عند الاطلاق وقال فی
الجدید لا ینصرف الی ذلک بدون البیان
لاحتمال ان یکون المراد سنة البلدان او
الرؤساء حتی قال فی کل موضع قال مالک
السنة ببلدنا کذافانماارادسنة سلیمان
بلال وهو کان عریفا بالمدینة"۔ (۱-۲۸۴)

طبع جدید۔

یعنی صحابی جب "امرنا بکذا، نھینا بکذا، والسنۃ کذا" کہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ عند الاطلاق اس سے سنت نبوی مراد ہوگی۔ اور جدید قول یہ ہے کہ بغیر بیان کے سنت نبوی مراد نہیں ہو گی۔ کیونکہ اس اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کسی شہر یا کسی رئیس کا طریقہ مراد ہو۔ اور کہا ہے کہ امام مالکؒ نے جہاں بھی کہا ہے "والسنۃ ببلدنا کذا" اس سے سلیمان بن بلال کی سنت مراد ہے۔ جو کہ مدینہ منورہ میں تعارف کرانے پر مامور تھا۔

امام سرخسیؒ آگے لکھتے ہیں۔

"وحجتنا فی ذلک ان الامر والنھی تتحقق من غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما تتحقق منہ، قال تعالیٰ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم"۔(سورۃ النساء آیہ ۵۹)

کہتے ہیں اس بارے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ امر اور نہی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متحقق ہوتی ہے۔ کسی اور سے بھی متحقق ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے :

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی امرمنکم"

آگے لکھتے ہیں :

"وکذلک السنة فقدقال علیه السلام
علیکم بسنتی و سنة الخلفاء من بعدی" (
رواه ابوداؤد فی السنن والترمذی حدیث
۹۶۷۶، و ابن ماجه حدیث نمبر ۴۲ واحمد
(۴-۱۲۶، ۱۲۷) وقال علیه السلام من سن سنة
حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم
القیمة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها
ووزرمن عمل بهاالی یوم القیمة"

(الترمذی حدیث ۲۶۷۵، ابن ماجه حدیث ۲۰۷ والدارمی
۱/۱۳۱، واحمد ۴/۳۶۱، ۳۶۲، والطبرانی ۲/۳۵۷

یعنی اس طرح سنت کا لفظ بھی ہے کہ جب صحابی سنت کا لفظ کہے تو اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے " علیکم بسنتی وسنة الخلفاء من بعدی یا اس حدیث میں "من سن سنة حسنة فله اجرها آگے لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کی عادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد لینا چاہیں، تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

وقدظهرمن عادة الصحابة التقیید
عندارادة سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم
بالاضافة الیه علی ماقال عمر لصبی بن

معبد هدیت لسنة نبیکد"

(رواہ ابوداؤد حدیث ۱۷۹۸) البیھقی

(۳۵۴'۳۵۱/۴) الخ (۱-۲۵۸)

حضرت انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کبھی کوئی بات اپنی رائے سے کہہ دیتے ہیں اور پھر اسے لفظ سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔ معارف السنن میں ہے :

قال شیخنا ومن المعلوم عندالمحدثین ان نقل ابن عمر فی باب السنة اوثق من نقل ابن عباس رضی اللہ عنھم فان ابن عباس رضی اللہ عنھما ربما یقول باجتھاد ورأیه ثم یعبر بالسنة" قال الحافظ فی الفتح (۹-۲۷۵) فی باب اذا تزوج الثیب علی البکر۔

نقلا عن حافظ تقی الدین ابن دقیق العید ماملخصه ان قول الصحابی "من السنة" ربما یکون مرفوعا بطریق اجتھادی محتمل علی انه فرق بین ماھو فی حکم المرفوع و بین ماھو مرفوع"۔ (معارف السنن ۳-۶۶)

اور جب یہ مسئلہ اختلافی ہوا تو "کم" کے قول کے اعتبار

سے خاکی جان صاحب نے جو اجماع نقل کیا تھا، مسئلہ اجماعی نہیں رہا۔ نیز امام شافعیؒ کی کتاب الام سے بحوالہ مستدرک جو نقل کیا ہے وہ بھی امام سرخسیؒ کی تصریح کے اعتبار سے ان کا قول قدیم ہے۔ قول جدید احناف کی طرح ہے۔ اور جب مسئلہ اختلافی ہوا تو اس سے استدلال کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ خصوصاً احناف کے نزدیک، کہ ان کا مذہب اس بارے میں امام سرخسیؒ کے حوالے سے ذکر ہوا۔ کہ یہ احناف کا مذہب نہیں ہے اور جب یہ احناف کا مذہب ہی نہیں، تو اس سے احناف پر حجت کیسے قائم ہو سکتی ہے۔ الغرض یہاں خاکی جان صاحب سے دو غلطیاں ہوئی ہیں۔ ۱۔ اس نے صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا قول یا عمل اهل المدینہ حجت نہیں ہے۔ حجت و دلیل صرف دو ہیں۔ ۱۔ قرآن۔ ۲۔ حدیث صفحہ ۶۱۔ اور یہاں اس نے اپنے دعوی پر نہ قرآن کریم سے دلیل پیش کی ہے، اور نہ حدیث سے بلکہ ابن عبدالبرؒ کا قول پیش کیا ہے جو کہ امام مالکؒ کا مقلد ہے۔ اور امام شافعیؒ کا قول اور وہ بھی قدیم قول۔ جب کہ جدید قول میں اس کے برخلاف ہے۔ ۲۔ دوسرا اس نے احناف کے خلاف ایسی بات سے دلیل قائم کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ ان کے ہاں غیر معتبر ہے۔ باقی رہا یہ کہ علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ احناف کا مذہب ہے۔ بلکہ اس کے الفاظ ہیں:

"واعلم ان لفظه السنة يدخل فى

المرفوع عندهم''

یہ نہیں کہا کہ "عندنا" اس لئے خاکی جان صاحب نے اس سے جو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ سعی غیر مشکور ہے۔ اور ناکام کوشش ہے۔ احناف کے مذہب کے تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طواف قدوم کے قائل نہیں تھے۔ ایک شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ طواف قدوم کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے کہا ہے۔ آگے فرمایا :

فسنة الله و سنة رسول الله احق ان تتبع من سنة فلان ان کنت صادق"۔ (صحیح مسلم (۱-۴۰۵) باب استحباب طواف قدوم)

یہاں پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنة فلان سے سنة عبداللہ بن عباس مراد لے رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جس طرح سنت کا اطلاق سنت نبوی پر ہوتا ہے۔ سنت غیر پر بھی ہوتا ہے الایہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو۔ تو وہاں سنت نبوی کا مراد ہونا متعین ہے۔ ورنہ مطلقاً" سنت کہنے سے سنت نبوی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اسی طرح دیکھئے عبداللہ بن عباسؓ کا مذہب یہ تھا کہ محرم جب خانہ کعبہ کا طواف کرے تو حلال ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جب تک وقوف عرفہ وغیرہ نہ کرے، نفس طواف سے حلال

نہیں ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کو بھی سنت فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ سنت نہیں ہے۔ دیکھئے امام طحاویؒ نے اس پر باب باندھا ہے :

"باب من احرم بحجة فطاف لها قبل ان يقف بعرفة"

آگے حدیث لاتے ہیں :

"عن ابن ابی ملیکة ان عروه قال لا بن عباس اضللت الناس یاابن عباس قال وماذلک یا عریة؟ قال تفتی الناس انهم اذا طافوا بالبیت فقد حلوا وکان ابوبکر و عمر رضی الله عنهما یجیئان ملبیین بالحج فلا یزالا محرمین الی یوم النحر، قال ابن عباس بهذا ضللتم، احدثکم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم و تحدثونی عن ابی بکروعمر فقال عروة ان ابا بکر و عمر کانا اعلم برسول الله منک"۔

شرح معانی الآثار (۲-۱۸۹) طبع بیروت)

دیکھئے یہاں پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ صرف طواف کرنے سے محرم کے حلال ہونے کے قائل ہیں۔ اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حالانکہ پوری امت کا آج بھی عمل یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد حلال ہوجاتے ہیں وقوف عرفہ سے پہلے طواف کرنے سے حلال نہیں ہوتے۔ اسی طرح نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا مسئلہ بھی ہے کہ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی صحیح حدیث کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں۔ من ادعی ذلک فعلیہ البیان۔

جناب خاکی جان صاحب نے صفحہ ۱۲ پر ابو امامہ بن سھل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ لیکن اس میں بھی الفاظ ہیں "السنة فی الصلاة علی الجنازه ان یکبر ثم یقرا بأم القرآن"۔ اور اس سے بھی استدلال تب درست ہوگا کہ لفظ "السنة" سے سنت نبوی مراد لی جائے۔ اور جب اس پر کوئی دلیل نہیں کہ اس سے سنت نبوی مراد ہے۔ جیسا کہ یہ بات تفصیل سے گذر چکی تو یہ صرف صحابی کا قول رہ گیا اور غیر مقلدین اقوال صحابہ کو حجت نہیں مانتے غیر مقلد شوکانی جو کہ زیدی شیعہ ہے۔ وہ اپنی کتاب ارشاد الفحول میں لکھتے ہیں :

"ذهب الجمهور الی ان اقوال الصحابة رضی الله عنهم لیست بحجة علی الصحابة ومن بعدهم من التابعین وتبع تابعیهم۔ (صفحہ ۲۱۳)

آگے لکھتے ہیں :

"والحق انه لیس بحجة فان الله لم

یبعث الی هذه الامة الا محمدا صلی اللہ
علیه وسلم وجمیع الامة ما مورة باتباعه
الخ

(صفحہ ۲۱۴)

اور جب صحابہ کا قول ان کے ہاں حجت نہیں تو پھر ان روایتوں میں صحابی کے قول سے استدلال کیسے کرتے ہیں؟ کیا یہ کھلم کھلا تضاد بیانی نہیں ہے؟۔

خاکی جان نے آگے حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امام ترمذی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے۔

"ھذا حدیث حسن صحیح' العمل
علی ھذا عند بعض اھل العلم من اصحاب
النبی صلی اللہ علیه وسلم وغیرھم الخ۔(صفحہ
۱۳)

خاکی جان صاحب کا اس سے بھی مدعی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی حدیث کا صحیح الاسناد ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ صحیح المتن بھی ہو۔ دیکھئے صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے فخذ (ران) کے بارے میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ عورت نہیں ہے۔ لیکن خود غیر مقلدین بھی کیا مرد اور کیا عورتیں ران کھول کر نماز پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے' اسی طرح صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر میں" : باب قول اللہ تعالیٰ نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم"۔ کے تحت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے حدیث نقل کی ہے کہ اس سے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر مراد ہے۔ حالانکہ میرے خیال میں غیر مقلدین بھی اس کو سنت نہیں سمجھتے ہوں گے۔ نیز امام ترمذیؒ لکھتے ہیں :

والعمل علے هذا عندبعض اهل العلم
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ اس پر بعض صحابہ کا عمل تھا۔ یعنی جمہور صحابہ کا عمل نہ پڑھنے کا تھا۔ اس لئے امام ترمذیؒ کی بات سے خاکی جان صاحب کا دعوی خاک میں مل گیا۔

خاکی جان صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں۔ ”کہ مفتی صاحب نے الترمذی کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں صرف دعا کے الفاظ ذکر ہیں۔ جب کہ ابوامامہؓ کی حدیث میں نماز کا مفصل طریقہ موجود ہے۔

جواب : ہم نے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ بتایا ہے۔ جو کہ صرف دعا ہے۔ اور وہ مرفوع حدیث ہے۔ جب کہ ابوامامہؓ کی حدیث مرفوع حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ہے ”السنة“ اور اس حدیث کا رفع تب ثابت ہوگا جب یہ کسی دلیل یعنی آیت یا حدیث سے ثابت ہو جائے کہ سنت سے یہاں سنت نبوی مراد ہے۔

واذلیس فلیس، کما مر فتذکروتدبر۔

خاکی جان صاحب نے صفحہ ۱۴۔ پر حدیث :

"قسمت الصلاۃ بینی و بین عبدی نصفین ولعبدی ما سأل"۔

سے بھی استدلال بلکہ اجتھاد کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ اجتھاد من غیر اہلہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس کا پہلا حصہ الحمدللہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبدوایاک نستعین تک اللہ تعالٰی کے حمد اور بڑائی پر مشتمل ہے اور اس کے بعد اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین تک دعا پر مشتمل ہے۔ اس لحاظ سے فرمایا کہ آدھا فاتحہ میرے لئے ہے۔ کیونکہ اس میں حمد و بزرگی کا بیان ہے۔ اور آدھا میرے بندے کے لئے کیونکہ بندہ اللہ تعالٰی سے مانگتا ہے۔ "ولعبدی ماسأل" یعنی میرا بندہ جو مانگے اس کو ملے گا۔ یعنی یہ جو "اھدنا الصراط السمتقیم" سے لے کر آخر تک جو کچھ مانگتا ہے یہ اس کو مل جائے گا تو یہاں دعا سے اھدنا الصراط سے آخر تک دعا مراد ہے۔ خاکی جان صاحب بیچ میں میت کی مغفرت کی دعا داخل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں سوچئے نماز جنازہ میں میت کی مغفرت سے بڑا سوال اور کیا ہوگا صفحہ ۱۴۔ خاکی جان صاحب! میت کے لئے دعائے مغفرت سے کس نے انکار کیا ہے؟ اس کے لئے تو ہم نے ترمذی کی حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ اللھم اغفرلحینا و میتنا پڑھے۔ سورہ فاتحہ سے آپ کا میت کے لئے دعائے مغفرت مراد لینا سمجھ سے

بالا تر ہے۔

"جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"

خاکی جان کی غلط بیانی :------

باقی خاکی جان صاحب کا یہ کہنا کہ "لیکن ایک حنفی مقلد تقلید کی وجہ سے سورہ فاتحہ پڑھنے ہی سے گریزاں ہے صفحہ ۱۴۔ بالکل غیر معقول بات ہے۔ ہم نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس کی لئے دلیل موجود ہے جب کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لئے ہم اس کے قائل نہیں ہیں تو یہ تقلید کی وجہ سے نہیں بلکہ دلیل نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں گویا وہ میت کی مغفرت نہیں چاہتا؟

جواب : خاکی جان صاحب اپنے زعم کے اعتبار سے مغفرت کو سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے ساتھ لازم سمجھتے ہیں۔ پہلے تو یہ تلازم ثابت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مغفرت کے لئے مستقل دعا پڑھی جاتی ہے۔ اللھم اغفرلحینا و مثینا خاکی جان صاحب! کیا یہ دعا نہیں ہے اور کیا یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ فافھم و تدبر۔

خاکی جان کے قول وفعل میں تضاد :------

خاکی جان صاحب ہم پر تو الزام لگا رہا ہے کہ تقلیدا"

یوں کرتا ہے۔ حالانکہ اس بے چارے کو یہ تک نہیں معلوم کہ اس مسئلے میں ان کے پاس سوائے تقلید کے اور کچھ نہیں۔ کیونکہ صحابی کا سنت کہہ کر اس سے سنت نبوی مراد لینا نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث نبوی سے۔ جب کہ ان کے نزدیک دلائل بھی صرف ہیں دو ہیں۔ اب ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہم پر حجت نہیں۔ کیونکہ یہ ہمارے اصول سے متصادم ہیں۔ جیسا کہ امام طحاویؒ اور امام سرخسیؒ کے حوالے سے گذرا۔ یہ تو وہی ہوا۔

"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

خلاصہ کلام یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے صرف دعا ثابت ہے فاتحہ کا پڑھنا نماز جنازہ میں ثابت نہیں ہے۔

نماز جنازہ صرف دعا کا نام ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے قولی حدیث میں مروی ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا صلیتم علے المیت فاخلصوا له الدعاء رواه ابوداؤ و صححه ابن حیان کذافی بلوغ المرام اعلاء السنن (۸-۲۶۸)۔

پیغمبر کی تعلیم صحابی کی تعلیم پر مقدم ہے

ایک طرف صحابی کی تعلیم ہے جیسا کہ ابو امامتہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، تو انصاف سے بتاؤ، کہ کس کی تعلیم کو ترجیح ہو گی؟ پھر صحابی کا قول غیر مقلدین کے ہاں خود حجت نہیں ہے۔ تو دوسروں پر اس سے کیسے حجت قائم کرتے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ ایک مکتبہ فکر کے ایک کتب فروش سے کسی نے پوچھا کہ آپ دیوبندیوں کی کتابیں کیوں رکھتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ جس طرح لاہور میں کڑک سنگھ مسلمانوں کی کتابیں خصوصاً" قرآن کریم رکھتا تھا۔ خاکی جان صاحب اس واقعہ کو پھر تازہ کر رہے ہیں۔

خاکی جان صاحب کا جھوٹ

خاکی جان صاحب نے لکھا ہے کہ فتوی کا آغاز بسم اللہ سے نہیں کیا صفحہ ۱۴۔ حالانکہ یہ صریح کذب بیانی ہے۔ خاکی جان صاحب نے اپنی کتاب میں ہمارے جواب کا عکس صفحہ ۹ پر شائع کیا ہے۔ اس کی ابتداء "الجواب باسمہ تعالیٰ" سے ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے۔ اگر خاکی جان صاحب اس کو بسم اللہ نہ سمجھتا ہو۔ ویسے اب تک کسی عقل مند اور ہوش و حواس رکھنے والے شخص نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ خاکی جانصاحب کی علمی کوتاہی ہے اور ایسا کیوں نہیں ہوگا۔ جب کہ وہ اپنی نسبت

میں بھی غلطی کا مرتکب ہے۔ دیکھئے خاکی جان صاحب دامان کے رہنے والے ہیں۔ دامان کی طرف نسبت دامانی آتا ہے۔ دامانوی نہیں جیسے مردان، ملتان، بلوچستان، افغانستان اور انگلستان کی طرف نسبت مردانی، ملتانی، بلوچستانی، افغانستانی، اور انگلستانی آتا ہے۔ مردانوی، ملتانوی، بلوچستانوی، افغانستانوی اور انگلستانوی نہیں آتا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ خاکی جان صاحب اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر لکھتے ہیں۔ تو شاید انہوں نے علوم میں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہو گی۔ معلوم ہوا کہ بے چارہ ہومیوپیتھک کا ناکام ڈاکٹر ہے۔ گویا کہ خاکی جان صاحب نیم حکیم خطرہ جان ۔ نیم ملا خطرہ ایمان کا صحیح مصداق ہے۔ و لنعم ماقیل

وکنت اری زیداً کما قیل سیداً
إذا أنه عبد القفا واللهازم

خاکی جان صاحب حنفی حضرات سے اپنی درخواست میں کہتے ہیں کہ :

"نماز جنازہ میں ثناء پڑھنا ثابت نہیں ہے"

جواب : نماز جنازہ از اول تا آخر دعا ہے۔ اور دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہو۔ پھر دعا ہو۔ پھر آخر میں درود شریف ہو اور یہ طریقہ اقرب الی القبول ہے اور یہ طریقہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے اور امت کے عملی تواتر سے ثابت ہے۔ ابوہریرہؓ کی حدیث اگے آرہی ہے۔ دیکھئے خاکی جان صاحب عام نمازون میں ثناء کا آہستہ پڑھنا کسی بھی حدیث

سے ثابت نہیں ہے۔ جب کہ جھر کی روایت موجود ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

"ان عمر بن الخطاب کان یجهر بهولاء الکلمات یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا اله غیرک"۔ باب حجة من قال لا یجهر بالبسملة۔(۱-۱۷۲)

دیکھئے یہاں پر ثناء کا جھر ثابت ہے۔ اخفاء کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، لیکن غیر مقلدین بھی اس کو ہمیشہ آہستہ پڑھتے ہیں۔ کیوں خاکی جان صاحب! یہاں آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ آگے لکھتے ہیں کہ حنفی جو درود پڑھتے ہیں وہ ثابت نہیں۔

جواب : دیکھئے مقصد درود شریف کا پڑھنا ہے۔ تاکہ دعا کے آداب پر عمل ہو سکے۔ باقی کسی صحیح حدیث میں کسی درود شریف کی تعیین وارد نہیں، جس میں ہو کہ یہ درود پڑھی جائے اور یہ نہ پڑھی جائے، کیوں خاکی جان صاحب! ہے کوئی دلیل؟ اگر ہے تو لائیے، پھر ہم اس کے قائل ہیں کہ اذکار میں توقیت و تعیین نہیں کہ بس یہی پڑھے بلکہ جو بھی صحیح المعنی درود پڑھے، صحیح ہے۔ تو اعتراض کہاں سے آیا؟

آگے لکھتے ہیں کہ اس طرح بچے اور بچی پر جو الگ الگ دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا ثبوت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں صفحہ ۱۴۔

جواب : ہم اس دعاء کے لزوم کے قائل نہیں ہیں۔ عام دعا جو جنازہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ پڑھ سکتے ہیں۔ اعتراض تب ہوتا' اگر ہم اس کے لزوم کے قائل ہوتے۔

خاکی جان کا مشورہ ------

خاکی جان صاحب حنفیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنی نمازیں درست کر لیں اور اسے سنت کے سانچے میں ڈھال لیں۔ صفحہ ۱۷

جواب : خاکی جان صاحب! آپ کے اس مشورے کا شکریہ الحمدللہ ہماری نمازیں درست ہیں اور سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ آپ اپنی نماز کی فکر کریں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے غیر ثابت چیز یعنی سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ کا جزء بنائے ہوئے ہیں۔ خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کر رہے ہیں۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ گویا بقول کسے۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

غیرمقلدین کا اپنے آپ کو محمدی کہنا------

غیر مقلدین میں ایک صاحب گذرے ہیں محمد جوناگڑھی۔ اس کی ہر کتاب محمدی کے وصف کے ساتھ موصوف ہے۔ مثلاً" نماز محمدی' نکاح محمدی وغیرہ وغیرہ اس طرح غیر مقلدین اپنے

آپ کو بھی اس کی طرف منسوب کر کے محمدی پکارتے ہیں اور اب حنفیوں کو بھی دعوت دیتے ہیں۔ کہ حنفیت سے تائب ہو کر محمدی بن جائیں صفحہ ۱۴۔

یعنی خیرالقرون کے شخص امام ابو حنیفہؒ کی تقلید چھوڑ کر شرالقرون کے شخص محمد جوناگڑھی کی طرف منسوب ہو جائیں خاکی جان صاحب اس مشورے کا بھی شکریہ۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز جنازہ کو سینے سے لگائیں" صفحہ ۱۵

جواب : ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق نماز جنازہ کا طریقہ پیش کیا۔ خاکی جان صاحب نے اپنے دعوے پر ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کی۔ جس میں صراحت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہو یا پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ صرف ابن عباس اور ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایات پیش کی جو کہ مرفوع حدیثیں نہیں کیونکہ سنت کہنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس سے سنت نبوی مراد ہو کمامر مفصلا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ جب تم مردے پر نماز پڑھو تو اس کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں گذرا۔

الحمدللہ ہماری نماز اسی تعلیم نبوی کے مطابق ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ تعلیم نبوی کو اختیار کرنے میں فلاح دارین ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

ارشاد خداوندی ہے۔

ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فاز
فوزا عظیما

(سورہ احزاب)

اس لئے ہماری غیر مقلدین کے عوام حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مولویوں کے دام فریب میں گرفتار نہ ہوں :

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

یہ لوگ حدیث کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا کہ ذخیرہ حدیث میں ان کا صرف حدیث نبوی کے س ٹکڑے "واذا حدث کذب" پر عمل ہے۔ آؤ اور تعلیم نبوی کے مطابق نماز جنازہ پڑھنا شروع کریں۔

وما علینا الا البلاغ۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجعمین

کتبہ

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ

۸/۳/۱۴۱۸ھ

الحمدللہ۔ یہاں تک خاکی جان صاحب نے میرے فتوی پر

اپنی کم علمی کی وجہ سے جو اعتراضات کئے۔ ان کے جوابات ہو گئے۔ اگرچہ خاکی جان صاحب اس قابل نہیں، کہ اس کے جواب میں وقت ضائع کیا جائے، کیونکہ اس کے جواب میں کوئی کام کی بات نہیں، لیکن بعض احباب کے اصرار پر جواب دینے کیلئے آمادہ ہوا۔ آگے مولوی عبدالباقی صاحب کے فتوی پر خاکی جان صاحب کی گرفتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب خاکی جان صاحب نے میرے فتوے پر اعتراض کیا اور اس میں لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی تو میں نے عدم فرصت کی بناء پر تخصص کے ایک طالب علم مولوی عبدالباقی سے کہا کہ آپ اس کا جواب لکھ کر دیں۔ اور مجھے بتا دیں۔ اس نے جواب لکھا اور میں مصروفیت کی وجہ سے اس جواب کو بھی پورا نہ دیکھ سکا۔ خاکی جان صاحب نے مولوی عبدالباقی کے فتوی پر بھی اعتراض کر کے اس کو بزعم خود غلط ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اگلے صفحات میں ہم عبدالباقی کے فتوی پر خاکی جان کی "علمی گرفت" کا جائزہ لیتے ہیں۔

والله هو الموفق للصواب واليه
المرجع واليه المآب۔

خاکی جان صاحب نے عبدالباقی صاحب کے فتوی کا عکس بھی اپنی کتاب میں شائع کیا ہے۔ تاکہ اس سے کتاب کا حجم بڑھ جائے۔ اور دیکھنے والے دیکھتے ہی مرعوب ہو جائیں کہ دیکھئے نماز جنازہ

میں سورہ فاتحہ پر اتنی بڑی کتاب؟ اور لوگ خاکی جان صاحب کے بارے میں کہیں گے کہ بہت بڑا تیر مارا ہے۔ اور تیس مارخان بن گیا ہے اب دیکھتے ہیں کہ کیا خاکی جان صاحب واقعی تیس مار خان بن گئے ہیں۔

خاکی جان کا غیر مسنون کو مسنون کہنا

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں۔ کچھ دن پہلے مجھے ایک عزیز کی نماز جنازہ پڑھانے کا موقع ملا۔ میں نے مسنون طریقہ سے پڑھایا۔ اور میں نے سورہ فاتحہ پڑھی صفحہ ۲۳۔

جواب : خاکی جان صاحب آپ پہلے نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کریں۔ اور یہ بھی ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پڑھنا ہمیشہ اور ہر نماز جنازہ میں ثابت ہے۔ پھر اس طریقہ کو مسنون طریقہ لکھیں۔ لیکن ہم نے دیکھا' کہ آپ تو اس میدان میں بالکل تہی دامن نکلے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پڑھنا ثابت نہیں کیا اور اپنے زعم کے اعتبار سے آپ حدیث ابن عباسؓ و ابی امامہؓ سے جو ثابت کرنے کے درپے ہیں اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ تو آپ کس منہ سے اس طریقہ کو مسنون کہتے ہیں۔ خاکی جان صاحب لکھتے ہیں۔ جس پر لوگوں کو تعجب ہوا صفحہ ۲۳۔

جواب : تعجب کیسے نہیں ہوگا۔ آخر مسلمان ہیں۔ اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہی کے مطابق نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں۔ تو یہ لوگ تعجب نہیں کریں گے تو کیا کریں گے۔ ان کا تعجب بے جا نہیں بلکہ بجاہے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں۔ ایک حنفی مولوی نے بھی اس نماز جنازہ کو غلط قرار دیا۔ صفحہ ۲۳۔

جواب : اس سے بھی لوگوں کا اس پر تعجب کرنے کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے کہ اس مولوی صاحب نے غلط نہیں کہا تھا۔

غیرمقلدین کا اپنی رائے کو سنت سمجھنا

آگے لکھتے ہیں :

"میں نے برادری کے آدمی کو حدیث نسائی دکھا دی ..... وہ چونکہ مقلد تھے۔ اس لئے حدیث کو سیدھی طرح ماننے کی بجائے وہ یہ حدیث لے کر علامہ بنوری ٹاؤن لے گئے۔" صفحہ ۲۳۔

جواب : خاکی جان صاحب! سیدھی طرح سے ماننے سے آپ کی مراد کیاہے؟ کیا اگر وہ آپ کی یہ تقریر کہ دیکھو اس میں سنت کا ذکر ہے۔ اور سنت جب بولا جائے تو اس سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے' مان لیتا تو یہ سیدھی طرح سے مان لینا ہوتا اور جب کسی اور عالم کے پاس لے گیا تو یہ سیدھی طرح سے ماننا نہ ہوا۔ خاکی جان صاحب! یہ صرف آپ کا نہیں بلکہ آپ کی اس

پوری جماعت کا طریقہ ہے کہ جب ان کی تقریر نہ مانی جائے تو شور مچاتے ہیں کہ دیکھو جی یہ حدیث نہیں مانتے۔ گویا "اس حمام میں سب ننگے ہیں" تم سب کا یہی طریقہ ہے۔ خاکی جان صاحب! جب اس نے بنوری ٹاؤن جا کر معلوم کرنا چاہا تو یہ کوئی غلط تو نہیں کیا۔ بلکہ عین ارشاد خداوندی کے مطابق کیا۔ ارشاد ربانی ہے :

"اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا"

یعنی کہ غیر مقلد جو معنی لے رہا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ تو یہ تو قابل اعتراض بات نہیں، معلوم نہیں کہ آپ لوگوں کو کتاب اللہ سے کیوں چڑ ہے؟ آپ اس کو کیوں ترجیح نہیں دیتے؟ اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ واقعی قرآن کریم کی ترجیح کے قائل ہوتے تو آپ لوگ اہل حدیث کہلانے کی بجائے اہل کتاب کہلانا زیادہ پسند کرتے حالانکہ تم ایسا نہیں کرتے۔ خاکی جان صاحب! آگے فرماتے ہیں۔ :

"میں نے اس فتویٰ کی جواب میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے دلائل لکھے۔ اور مفتی صاحب کی علمی گرفت کی"۔ صفحہ ۲۳۔

جواب : خاکی جان صاحب کے بقول دلائل صرف دو ہیں۔ ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث صفحہ ۶۱۔ خاکی جان صاحب نے اپنے جواب میں نہ تو قرآن پیش کیا اور نہ صحیح مرفوع متصل حدیث۔ ایک

دلیل بھی ذکر نہیں کی، چہ جائیکہ دلائل۔ اور حدیث ابن عباس وابی امامہ کو اگر دلیل کہتا ہے تو یہ ہمارے نزدیک صحابی کا قول ہے۔ مرفوع حدیث کے حکم میں نہیں۔ جیسا کہ گذرا۔ اور صحابی کا قول غیر مقلدین کے نزدیک خود حجت نہیں۔ تو غیر حجت کو حجت کہنا اور غیر دلیل کو دلیل سمجھنا کسی عقل مند آدمی کا کام نہیں۔ اب جب دلیل نہیں، تو گرفت کس چیز سے کی۔ خاکی جان صاحب صرف بے پر کی اڑا رہے ہیں۔ خاکی جان صاحب آگے کہتے ہیں :

"اور ان کی غلطیوں کو واضح کیا۔" صفحہ ۲۳۔

جواب : اگر بحث دلیل سے ہو۔ تو دلیل سے خاکی جان صاحب تہی دامن ہیں گویا۔

لڑتا ہے اور ہاتھ میں تلوار نہیں ہے

اور اگر غیر دلیل کو دلیل سمجھتا ہے تو یہ سینہ زوری ہے۔

خاکی جان کا غیر دلیل کو دلیل سمجھنا

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"عبدالباقی نے سورہ الفاتحہ کے دلائل کا انکار کیا۔" صفحہ ۲۳)۔

جواب : خاکی جان صاحب آپ کے جواب میں دلیل ہے

کہاں؟ ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کی اندھی تقلید کر کے لفظ سنت سے سنت نبوی مراد لینا کہاں کی دلیل ہے؟ آپ کے نزدیک تو دلیل صرف قرآن و حدیث ہے یہ ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کا قول آپ کے نزدیک آیت ہے یا حدیث؟ اور پھر ان کا قول بھی مذاہب اربعہ میں اتفاقی نہیں ہے۔ ایک غیر اتفاقی بات صرف حاکمؒ کے قول "وقدا جمعوا" سے کیسے اتفاقی بن سکتی ہے؟ پھر حاکمؒ کے قول "اجمعوا" میں اجماع کرنے والے بھی متعین نہیں ہیں کہ کس نے اجماع کیا۔ اور کب کیا؟ کیوں خاکی جان صاحب اس پر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟ تولائیے۔ خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"الحمدللہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے
کے دلائل سورج سے بھی زیادہ روشن ہیں اور
ان کا انکار گویا سورج کا انکار ہے"۔ صفحہ ۲۴

جواب : سورہ فاتحہ پڑھنے پر آپ ایک بھی دلیل پیش نہیں کر سکے' چہ جائیکہ دلائل۔ اور جب دلائل ہیں ہی نہیں تو سورج کی طرح روشن کیسے ہوئے یہاں تو آپ کے ہاں تاریک رات سے بھی زیادہ تاریکی ہے۔

اگر آپ تاریکی کو سورج سے بھی زیادہ روشن سمجھتے ہیں تو یہ عقل کا فتور ہے۔ کسی اچھے حکیم یا ڈاکٹر سے رجوع کرنا مفید رہے گا۔

خاکی جان کی تقلید

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں کہ :

"تقلید نے ان کی آنکھیں ایسی بند کر رکھی ہیں کہ انہیں یہ واضح دلائل بھی دکھائی نہیں دیتے۔" صفحہ ۲۴۔

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ خاکی جان خود ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کر کے لفظ سنت سے سنت نبوی ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہے۔ اور جس میں یہ کبھی بھی سرخرو نہیں ہوں گے۔ خاکی جان صاحب اگر تقلید عیب ہے تو :

این گناہیست کہ در شہر شمانیز کنند

یہاں تو قدم قدم پر خود تقلید کر رہے ہیں۔ پھر دوسروں پر الزام کیسا؟ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے نزدیک دلائل صرف دو ہیں۔ کتاب اللہ اور حدیث۔ یہاں اس مسئلے پر نہ تو آپ نے آیت پیش کی ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث۔ یہاں تو ایک دلیل بھی نہیں۔ تو دلائل کہاں سے آئے؟ صرف صحابی کا قول ہے اور صحابی کا قول تمہارے نزدیک حجت نہیں ہے جیسا کہ شوکانی کے حوالے سے گذر چکا۔ تو جو چیز آپ کے نزدیک حجت نہیں ہے اس کو دوسروں کے سامنے دلائل کے طور پر کیسے پیش کرتے ہیں۔

جنون کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خاکی جان کا جھوٹا الزام

آگے لکھتے ہیں :

"جس طرح انہوں نے اور سنتوں کا انکار کیا۔ اس طرح اس سنت کا بھی انکار کیا"۔ صفحہ ۲۴۔

جواب : خاکی جان! ذرا ان سنتوں کا نام تو لکھ دیتے۔ کہ یہ یہ سنتیں ہم نے چھوڑی ہیں۔ خود غیر مقلدین کی حالت یہ ہے کہ جب ظہر کی فرضی نماز ہو جاتی ہے' تو سنتیں چھوڑ کر ایسے بھاگ جاتے ہیں جیسے شیطان اعوذباللہ سن کر وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ خاکی جان صاحب! سنت اس عمل کو کہتے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کرنا ثابت ہو۔ اور کبھی کبھی ترک کیا ہو۔ اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ایسا ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا دوام تو درکنار ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر جرات ہے تو ثابت کریں۔

آگے خاکی جان نے ویسے بے سروپا باتیں لکھیں ہیں۔ جس پر بحث کرنا وقت ضائع کرنا ہے۔

اختلاف کا حل

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اختلاف کے حل کا قرآنی حل" اور آگے

آیت یا ایھاالذین امنوااطیعوا اللہ
واطیعوالرسول واولی الا مر منکم فان تنازعتم
فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم
تؤمنون باللہ والیوم الا خر ذلک خیروا حسن
تا ویلا۔ (النساء ۵۹) صفحہ ۲۵۔

جواب : خاکی جان صاحب' کیا آپ کا اس آیت پر واقعی ایمان ہے؟ اگر تم واقعی اس آیت پر ایمان رکھتے ہو۔ تو لفظ سنت کے بارے میں ہمارا اور آپ کا جھگڑا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ صحابی جب مطلقاً" لفظ سنت کہے تو یہ متعین نہیں کہ اس سے سنت نبوی مراد ہو' اور آپ ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اس سے سنت نبوی مراد ہے۔ تو اگر آپ کا واقعی اس آیت پر ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان ہے۔ تو اس مسئلے کو قرآن کریم کی آیت یا حدیث نبوی سے حل کریں۔ تاکہ جھگڑا ہی ختم ہوجائے۔ کیاآپ اس کے لئے تیار ہیں؟ دیدہ باید۔

تم لوگ قرآنی آیتوں سے بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو۔ اور حدیث کے نام سے بھی دھوکہ دیتے ہو۔

خاکی جان کا اپنے قول سے فرار

خاکی جان آگے لکھتے ہیں۔

"تقلید قرآن و حدیث پر عمل کرنے سے
روکتے ہیں اور مزید لکھتے ہیں کہ اگر کسی مسئلہ میں
اختلاف ہو جائے تو اسے قرآن و حدیث پر پیش
کیاجائے۔ صفحہ ۲۵۔

جواب : خاکی جان صاحب ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ لفظ سنت کے بارے میں اختلاف ہوا تو آپ اس کو ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کے بجائے قرآن و حدیث سے کیوں حل نہیں کرتے۔ یہاں تقلید نے کس کو کتاب اللہ اور حدیث نبوی سے روکا ہے؟ ہم تو کہتے ہیں آؤ کتاب اللہ اور حدیث نبوی سے اس مسئلے کو حل کرو۔ اگر ثابت ہو گیا تو ہم بسروچشم اسے ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر ثابت نہ کر سکے اور قیامت تک ثابت نہیں کر سکو گے؟ تو پھر آیت اور حدیث کے نام پر لوگوں کو دھوکہ اور فریب دینا چھوڑ دیں۔ باقی امام کرخیؒ کی یہ بات تب ہے جب مسئلہ کسی اور مضبوط دلیل پر مبنی ہو۔ یعنی کسی آیت پر اور دوسری آیت اس کا معارض ہو۔ یاحدیث پراور کوئی اور حدیث اس کا معارض ہو۔ ورنہ رائے سے کتاب و سنت کے نسخ کا کوئی ادنی مسلمان بھی قائل نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ امام کرخیؒ جیسا متبحر جید عالم اور اس لئے آگے لکھتے ہیں :

"والاولی ان تحمل علی التاویل من
جھۃالتوفیق"۔

یعنی دونوں دلیلوں کو جمع کرنے کے لئے تاویل کی جائے گی۔ تاکہ نصوص میں تعارض ختم ہو جائے۔ باقی خاکی جان صاحب نے امام کرخیؒ کے قول کا جو معنی لیا ہے وہ اس کے کم علمی اور کج فہمی کا نتیجہ ہے۔ خاکی جان صاحب موضوع سے ہٹ کر غیر موضوع پر آ رہے ہیں۔ اور یہ تمام غیر مقلدین کا طریقہ ہے۔

خاکی جان کا بے جا اعتراض

خاکی جان مثالیں پیش کرتا ہے۔

۱۔ والوالدات یرضعن اولا دھن حولین کاملین لمن ارادان یتم الرضاعۃ۔

(البقرہ۔ ۳۳۳) صفحہ ۲۶

خاکی جان صاحب اس آیت سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احناف کا مذہب ڈھائی سال سے مدت رضاعت اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب : خاکی جان صاحب کا یہ دعوی تب ثابت ہوگا کہ آیت میں والدات سے حقیقی مائیں مراد ہوں۔ جب کہ یہاں حقیقی مائیں مراد نہیں۔ بلکہ رضاعی مائیں مراد ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے بعد آیت ہے۔

وعلے المولود لہ رزقھن وکسوتھن۔

(البقرہ۔ ۲۳۳)

اور یہ ظاہر بات ہے کہ دودھ پلانے پر اجرت صرف رضاعی ماں کو ملتی ہے۔ حقیقی ماں کو جس کا ابھی بچے کے باپ سے نکاح باقی ہو نہیں ملتی کیونکہ اس کو خرچہ نکاح کی وجہ سے ملتا ہے اور آیت کامطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی اجرت پر دودھ پلانا چاہے تو دو سال تک پلا سکتا ہے اور اگر اس سے پہلے ختم کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے۔ اس بات کو علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں :

والحاصل حینئذ یرضعن حولین لمن اراد من الاباء ان یتم الرضاعة بالاجرة، وھذا لا تقضی ان انتھا مدة الرضاعة مطلقا" بالحولین بل مدة استحقاق الاجرة بالإرضاع۔ فتح القدیر۔ (۳-۴۲۵) کتاب الرضاع۔

یعنی اس آیت میں اجرت پر دودھ پلانے کی مدت کا بیان ہے۔ اس بات کا نہیں کہ مدت رضاعت دو سال پر ختم ہوئی۔

ابن ہمامؒ اس کی وجہ لکھتے ہیں۔ کہ اگر مدت رضاعت دو سال پر ختم ہوتی تو پھر "فان ارادا فصالا" (البقرة۔ ۲۳۳) کی کیا وجہ ہوگی؟ کیونکہ جب مدت ختم ہوئی تو پھر دودھ چھڑانے پر رضامندی اور غیر رضامندی کے کیا معنی؟ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں :

ثم یدل علی بقاء ھا فی الجملة قوله تعالیٰ فان ارادا فصالا" عطفا بالفاء علی

"یرضعن حولین" فعلق الفصال بعد
الحولین علی تراضیھما۔(۱-۴۳۵)

ہاں اتنی بات ہے کہ ہمارے ہاں دو سال کے بعد دودھ پلانا لازم نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ختم کر سکتے ہیں ۔جیساکہ دو سال مکمل پلانا لازمی نہیں۔ بلکہ دو سال مکمل ہونے سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں۔ تو خاکی جان صاحب آپ کا احناف پر الزام تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودا ثابت ہوا۔ سورہ لقمان کی آیت "وفصالہ فی عامین" بھی سورہ بقرہ کی آیت پر حمل کیا جائے گا۔ تاکہ نصوص میں تعارض نہ رہے۔ تیسری آیت " وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا۔ (الاحقاف)

خاکی جان کا اپنے ترجمے سے اختلاف

خاکی جان اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا تیس مہینوں میں ہوا" صفحہ ۲۷

دیکھئے یہاں ترجمہ میں تو دودھ چھڑانے کی لئے تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ذکر کئے لیکن آگے اپنے اس ذکر کردہ معنی کے خلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یعنی حمل کی قلیل مدت چھ ماہ ہو تو پھر بھی مدعت رضاعت دو ہی سال بنتی ہے" صفحہ ۲۷۔

خاکی جان صاحب!"حمل کی قلیل مدت چھ ماہ ہو" یہ بات آپ نے کس آیت اور کس حدیث سے مستنبط کی؟ ذرا وہ آیت یا حدیث تو پیش کرتے۔ یا یہ بات آپ نے کسی کی تقلید

میں کہی ہے؟ جب کہ تقلید تو آپ کے زعم کے مطابق قرآن و حدیث پر عمل کرنے سے روکتی ہے۔تو یہاں پھر کیوں تقلید کی۔ خاکی جان صاحب یہ ہیں آپ کے دلائل و براہین جس پر تمہیں بڑا ناز ہے۔ خاکی جان صاحب نے آگے تقریر ترمذی کا حوالہ دیا ہے۔ غیر مقلدین تقریباً" سب یہ عبارت نقل کرتے ہیں اور وہ بھی آدھی۔ اور اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس کا غلط معنی لیتے ہیں۔ خاکی جان نے بھی ناقص عبارت نقل کی ہے۔ "

الحق والانصاف ان الترجیح للشافعیؒ فی ھذہ المسئلة ونحن مقلدون یجب علینا تقلید امامنا ۔ صفحہ ۲۷

بہتر یہ ہے کہ تقریر ترمذی کی پوری عبارت نقل کی جائے۔ تاکہ غیر مقلدین بشمول خاکی جان صاحب کا فریب خاک میں مل جائے۔ اس عبارت کے بارے میں ان کا طریقہ کار تقریباً" ایسا ہی ہے جیسے کوئی ملحد لا تقربوا الصلاۃ پڑھے اور "وانتم سکاری" کو چھوڑ دے۔ تقریر ترمذی کی پوری عبارت یوں ہے۔

ورجح مولانا شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی قدس سرہ فی رسائل منھب الشافعیؒ من جھة الاحادیث والنصوص وکذلک قال شیخنا مدظلہ یترجح منھبہ وقال الحق والانصاف ان الترجیح للشافعی فی ھذہ المسئلة ونحن مقلدون

امامنا ابی حنیفہ۔(صفحہ ۳۶ طبع ایچ ایم سعید کراچی)

یعنی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالوں میں امام شافعیؒ کے مذہب کو ترجیح دی ہے۔ آگے خط کشیدہ الفاظ امالی جمع کرنے والے طالب علم کے ہیں۔ بیچ میں بطور جملہ معترضہ کے لائے ہیں کہ اس طرح ہمارے شیخ بھی اپنے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں آگے شاہ صاحبؒ کا قول ہے۔ کہ حق و انصاف یہ ہے کہ اس مسئلے میں ترجیح امام شافعیؒ کو ہے۔ اس پر شیخ الہندؒ فرماتے ہیں۔ "ونحن مقلدون امامنا ابی حنیفۃ" یعنی ہم شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ یہ ہے اس عبارت کا مطلب، لیکن غیر مقلدین اس کو کیسے بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ کیا واقعی امام شافعیؒ کو اس مسئلے میں ترجیح حاصل ہے تو ایسی کوئی بات نہیں۔ کیوں کہ یہاں پر دونوں فریق "المتبائعان بالخیار مالم یتفرقا" سے استدلال کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ تفرق سے تفرق بالابدان مراد لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ تفرق بالاقوال مراد لیتے ہیں یہ دونوں اماموں کا اجتھاد ہے۔ کیونکہ نہ تفرق بالابدان پر کوئی حدیث مرفوع متصل موجود ہے اور نہ تفرق بالاقوال پر۔ دونوں اپنے اپنے اجتھاد کے مطابق معنی لے رہے ہیں جیسے "ثلاثۃ قروء" میں شوافع طہر اور احناف حیض معنی مراد لیتے ہیں تو پھر نصوص سے ترجیح کہاں ثابت ہوئی؟ خاکی جان صاحب فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کو ترجیح

اس لئے حاصل ہے کہ ان کے پاس اس مسئلے میں صحیح حدیث موجود ہے۔ صفحہ ۲۸۔

جواب : خاکی جان صاحب! اختلاف خیار میں نہیں بلکہ تفرق میں ہے کہ تفرق بالابدان مراد ہے یا تفرق بالاقوال۔ یہ آپ جو کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے پاس حدیث موجود ہے۔ تو شوافع تو تفرق بالابدان مراد ہونے پر آج تک کوئی حدیث مرفوع متصل پیش نہیں کر سکے۔ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ان کے پاس حدیث موجود ہے۔

سرخدا کہ عارف و زاہد بکس نگفت
درحیرتم کہ بادہ فروش از کجاشنید

اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور ہمت ہے تو لائیے وہ حدیث جس میں صراحت ہو، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تفرق سے تفرق بالابدان مراد لیا ہے۔ پیش کریں۔ کیوں خاکی جان صاحب! ہے ہمت؟ دیدہ باید۔

باقی آپ کا یہ فرمانا کہ امام ابوحنیفہؒ کا دامن صحیح حدیث سے خالی ہے صفحہ ۲۷۔ تو یہ آپ کا اس مسئلے سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ پر سوء ظن ہے۔

آگے جو آپ نے لکھا ہے "کہ اب جو شخص صحیح حدیث کو صرف اپنے امام کی تقلید کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کیا مقام ہو گا۔ صفحہ ۲۸۔

تو میں آپ سے پھر کہتاہوں کہ حدیث "المتبائعان بالخیار مالم یتفرقا" میں تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہونے پر وہ کون سی صحیح حدیث ہے؟ اور کس کتاب میں ہے؟ جس کو ہم نے امام کی تقلید کی وجہ سے ترک کیا ہے۔ کیوں حدیث کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو؟ کیا آپ لوگوں کا عمل صرف اس حدیث "واذاحدث کذب" پر ہے۔ اور اسی وجہ سے اپنے آپ کو اھل حدیث کہتے ہو؟۔

خاکی جان صاحب تحریف کے میدان میں

خاکی جان صاحب نے آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباب (خاکی جان نے یونہی لکھا ہے حالانکہ یہ اربابا منصوب ہے' راقم الحروف)۔ "من دون اللہ والمسیح ابن مریم" (التوبہ۔ ۳۱) ذکر کر کے معنوی تحریف کی ہے اور تحریف کرنا یہودیوں کا طریقہ تو ہو سکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ خاکی جان اور اس کی جماعت یہ آیت ائمہ اور ان کے مقلدین پر چسپاں کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح یہود ونصاری نے اپنے علماء کو رب بنایا تھا۔ اس طرح مقلدین نے بھی العیاذ باللہ ائمہ کو رب بنایا ہے۔ یہاں چند سوالات ہیں۔

۱۔ ....خاکی جان صاحب یہود ونصاری کے علماء حدیث عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی رو سے رشوت لے کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھتے تھے اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ کفر ہے۔ تو کیا آپ کے خیال میں یہ ائمہ اربعہ ایسے تھے؟ کہ رشوت لے کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے تھے؟ حالانکہ ان کی امامت' دیانت' اور تقوی وورع کا دنیا معترف ہے۔ تاریخ کی کتابیں دیکھئے ان کی دیانت و امانت پر کسی نے حرف گیری نہیں کی۔ تو ایک امام اور مقتداء کو کافروں کے ساتھ تشبیہ دینا کس آیت اور کس حدیث کی رو سے جائز ہے؟ خاکی جان صاحب مسلمان کو کافر کے ساتھ تشبیہ دینے میں اپنے ایمان کی خیر منائیں؟

۲۔ ....ان ائمہ اربعہ کے مجتھد ہونے پر پوری دنیا متفق ہے۔ اور مجتھد اگر صحیح مسئلہ بتائے تو بخاری و مسلم کی حدیث عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا حكم الحاكم فاجتهدفاصاب فله أجران وإذا حكم فاجتهد ثم أخطا فله أجر۔ اھ صحیح البخاری باب أجرالحاكم إذا جتهد فأصاب أو أخطأ (۲-۱۰۹۲)و صحیح مسلم (۲-۷۶) واللفظ للبخاری۔ کی رو سے اگر صحیح مسئلہ مستنبط کرے تو ڈبل اجر اور اگر غلطی کریں تو ایک اجر ملتا ہے۔ تو کیا یہود و نصاری کے یہ علماء واقعی مجتھد تھے؟ کہ آپ ائمہ اربعہ

کو ان کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور کیا یہود و نصاری کے ان مجتہدین کو بھی غلطی پر ثواب ملے گا؟

خاکی جان صاحب آخرت کی فکر کریں۔ بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ نیز آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم نے ان احبار و رہبان کی تقلید سے جو منع کیا ہے۔ تو وہ کفریہ عقائد میں ان کی تقلید سے روکا ہے۔ جب کہ مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید ادلہ اربعہ سے مستنبط و ماخوذ فروعی مسائل میں کرتے ہیں۔ ہم نے پوری صورتحال آپ کے سامنے رکھ دی۔ اگر اس کے باوجود آپ یہود کے طریقہ تحریف کو اختیار کرنے پر بضد ہیں تو یہ آپ کی مرضی۔ مرادما نصیحت بود وکردیم۔

خاکی جان صاحب نے اپنے زعم کے اعتبار سے آگے تقلید کی رد میں آیت "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم و ساءت مصیرا (النساء۔۱۱۵) بھی نقل کی ہے صفحہ ۲۸۔

کیا اتباع اور تقلید میں فرق ہے؟

جواب : اتباع اور تقلید الفاظ کے اعتبار سے الگ الگ ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔ کیونکہ اتباع کا لغوی معنی ہے کسی کے پیچھے چلنا اور اصطلاح میں کسی کی تابعداری اور پیروی کرنے کو کہتے ہیں اور تقلید لغت میں گردن میں قلادہ اور ہار

ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں دونوں جگہ اصطلاحی معنی مراد ہے، لغوی معنی مراد نہیں۔ ورنہ اگر لغوی معنی ہی مراد لیا جائے تو دیکھو صلاۃ لغت میں سرین یعنی چوتڑوں کو ہلانے کو کہتے ہیں، اگر ایسا ہو تو پھر تو غیر مقلدین اگر صرف اپنے چوتڑوں کو ہلائیں تو ان کی نماز ہونی چاہئے حالانکہ یہاں لغوی معنی کوئی نہیں لیتا۔ اس طرح حج اور تیمم کے لغوی معنی قصد اور ارادہ ہے۔ حالانکہ صرف قصد اور ارادہ سے نہ حج ادا ہوتا ہے اور نہ تیمم ہوتا ہے۔ بلکہ اصطلاحی معنی ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح تقلید کا بھی اصطلاحی معنی کسی کا کسی کی پیروی کرنا مراد ہوگا۔ اب جب اتباع اور تقلید اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ایک ہوئے یعنی ہم معنی ہوئے تو دیکھئے شیطان نے اتباع اور تقلید نہیں کی تو وہ غیر مقلد ہوا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلا غیر مقلد ابلیس ہے۔ کیونکہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے مسئلے میں تقلید نہیں کی۔

خاکی جان صاحب کی ذکر کردہ آیت کریمہ میں ہے

"ویتبع غیر سبیل المومنین یعنی جو مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی تقلید کرتا ہے اور یہ ثابت ہے کہ ائمہ اربعہ نہ صرف مسلمان بلکہ علم کے جبال تھے۔ اور مقلدین حضرات انہی ائمہ کرام کی تقلید کرتے ہیں اور غیر مقلدین نہیں کرتے۔ بلکہ غیر سبیل المومنین جو کہ ابلیس کا طریقہ ہے، پر چلتے ہیں۔ تو

بتائیے "من یشاقق الرسول" کا مصداق مقلد بنے یا غیر مقلد؟ ظاہر ہے کہ غیر مقلد ہی بنے۔ کیونکہ یہ سبیل المومنین کی تقلید نہیں کرتے بلکہ غیر سبیل المومنین کی تقلید کرتے ہیں۔ بعض برخود غلط یہ بھی کہتے ہیں کہ اتباع اور تقلید میں فرق ہے۔ اتباع قرآن و حدیث کے مطابق ہوتی ہے اور تقلید بغیر کتاب و سنت کے۔ حالانکہ یہ فرق قرآن کریم کی رو سے بھی غلط ہے دیکھئے یہاں اسی ذکر کردہ آیت میں "ویتبع غیر سبیل المومنین" میں اتباع کا لفظ ذکر ہے اگر اتباع قرآن و حدیث کے دلیل پر ہو تو یہاں غیر سبیل المومنین کے پاس کون سی آیت یا حدیث ہے؟ اسی طرح "واتبعوا امر فرعون" میں اتباع کا ذکر ہے۔ بتائیے فرعون کے پاس کون سی آیت یا حدیث تھی؟ اس لئے یہ فرق لغت کے اعتبار سے بھی غلط ہے اور قرآن کریم کی آیات کے اعتبار سے بھی۔ قرآن کریم میں اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ جس میں کفار کے اپنے رؤسا کے اتباع کا ذکر ہے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں۔

> "واضح ہو کہ سنت و حدیث پر عمل جنت میں جانے کا سبب ہوگا۔ اور تارک سنت مقلد جہنم کا باسی ہوگا۔" صفحہ ۲۹۔

حدیث کے نام سے دھوکہ

جواب : ہم نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین صرف عوام

کو دھوکا دینے کے لئے سنت کا نام لیتے ہیں اور دیکھئے قرآن کریم جو کہ سنت سے بھی مقدم ہے اس کا نام تک نہیں لیتے گویا انہیں قرآن کریم سے کوئی تعلق ہی نہیں چونکہ کتاب اللہ مقدم ہے حدیث پر۔ اگر انہیں کتاب اللہ سے محبت ہوتی تو اپنے آپ کو اھل حدیث کے بجائے اہل کتاب کہتے۔ خاکی جان صاحب !ہم کہتے ہیں کہ صرف سنت و حدیث پر نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت نبوی دونوں پر عمل جنت میں جانے کا سبب ہوگا۔ اور جو ان دونوں کا تارک غیر مقلد ہوگا وہ جہنم کا باسی ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ غیر مقلدین چاہے برائے نام عالم ہوں یا جاھل محض تقلید کو ناجائز اور شرک کہتے ہوئے تھکتے نہیں۔ حالانکہ بے چارے کو ایک آیت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں آتا ہوگا۔

غیر مقلد کی حالت زار

صحیح بخاری میں ہے :

”وأما الکافر المنافق فیقول لا أدری کنت أقول مایقول الناس فیقال لا دریت ولا تلیت ثم یضرب بمطرقة من حدید بین أذنیه فیصیح صیحة یسمعها من یلیه إلا الثقلین باب المیت یسمع خفق النعال۔ (۱۔۱۷۸)

اس حدیث کے الفاظ۔ ”لا دریت ولا تلیت“ پر اسی صفحہ

کے حاشیہ نمبر ۹ میں ہے :

"قولہ لا دریت ولا تلیت.. ای لا علمت بنفسک بالاستدلال ولا تلوت القرآن أوالمعنی لااتبعت العلماء بالتقلید فیما یقولون"

یعنی فرشتے اس سے کہیں گے کہ نہ تو تم نے خود قرآن سمجھنے کی کوشش کی اور نہ علماء کی تقلید کی۔ اس کے بعد اس کو لوہے کے گرزوں سے مارنا شروع کر دیں گے۔ جاہل غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

خاکی جان صاحب کے نام نہاد دلائل

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں "نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا سنت ہے۔ صفحہ ۲۹

خاکی جان نے دعوی تو کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس کی سنت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو سنت اس وقت کہا جاتا ہے جب اس پر دوام ثابت ہو مع الترک احیانا"۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی ایک بھی صحیح حدیث سے ایک مرتبہ بھی پڑھنا ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس بارے میں حکم دیا ہے اس لئے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کہنادعوی بلادلیل

ہے اور دعوی بلا دلیل معتبر نہیں ہے۔ خاکی جان اپنے زعم سے اس فعل کی سنت ہونے پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کرتے ہیں یہ روایت وہی ہے جس پر پہلے کلام گذر چکا ہے کہ اس میں لفظ "انها سنة" کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد لینا بلا دلیل ہے۔ امام طحاویؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کی حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ صحابی جب مطلقاً لفظ سنت کہے تو اس سے سنت نبوی مراد لینا متعین نہیں ہے ان دونوں حضرات کے حوالے گذر چکے ہیں۔ اس حدیث کے جتنے بھی طرق ذکر کئے جائیں چونکہ اصل بحث اس میں ہے کہ لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد ہے' یا نہیں۔ اور جب تک خاکی جان صاحب اپنے دعوی کے مطابق اس پر آیت یا حدیث پیش نہ کرے کہ اس سے سنت نبوی ہی مراد ہے۔ اس وقت تک اس دعوی کا اثبات ناممکن ہے۔ ہمیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے طرق پر بحث سے غرض نہیں۔ غرض صرف اس سے ہے کہ مطلقاً لفظ "سنة" کہنے سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں اس پر نہ کتاب اللہ سے دلیل ہے اور نہ ہی احادیث نبویہ سے اور خاکی جان صاحب کے نزدیک دلائل صرف یہی دو ہیں فقط۔

خاکی جان صاحب کہتے ہیں :

"صحابی جب سنت کہے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے۔

صفحہ ۳۲۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں "کسی عام آدمی کے سامنے اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کام سنت ہے۔ تو اس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت مراد لیتا ہے۔ صفحہ ۳۲۔

جواب : خاکی جان صاحب لوگوں کو عوام کے سمجھ سے دھوکہ دیتے ہیں۔ خاکی جان صاحب عوام کب ان اصطلاحات کو جانتے ہیں۔ وہ بے چارے تو اس لفظ کے لغوی معنی بھی نہیں جانتے۔ چہ جائیکہ اس اصطلاحی معنی کو سمجھ لیں۔ اس لئے خاکی جان کی یہ بات بھی مغالطہ پر مبنی ہے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"اور لغت کی کتابوں میں سنت کا یہی

مطلب لکھا ہوا ہے۔ صفحہ ۲۳۔

جواب : خاکی جان صاحب ذکر کر رہے ہیں کہ لغت کی کتابوں میں اس لفظ کا بس صرف یہی معنی لکھا ہوا ہے یہ خاکی جان صاحب کا لغت کی کتابوں سے نابلد ہونے کی دلیل ہے۔ جناب ذرا لغت کی کتابیں دیکھ تو لیتے۔ خاکی جان صاحب! "رجما بالغیب" مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ نیز جس چیز کا علم نہ ہو۔ اس کے پیچھے پڑنا منع ہے۔ "ولا تقف مالیس لک بہ لم" دیکھئے لغت کی صرف ایک کتاب مصباح اللغات کا حوالہ دیتا ہوں۔ اس میں لفظ سنت پر لکھا ہے۔ "السنۃ، خصلت، طریقہ، طبیعت، شریعت، چہرہ یا اس کا دائرہ (صفحہ ۳۹۹)۔

لفظ سنت کے یہاں کئی معنی ذکر کیے ہیں۔ سنت نبوی کا ذکر ہی نہیں کیا پھر آپ کیسے سنت نبوی ہی کے اندر حصر کرتے ہیں۔

فإن کنت لاتدری فتلک مصیبة
وإن کنت تدری فالمصیبة أعظم
آنکس که نداند ونداند که نداند
درجهل مرکب ابدالدہر بماند

آگے امام حاکمؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔

"وقدأجمعوا علے أن قول الصحابی سنة حدیث مسند مستدرک (۱-۳۵۸) صفحہ ۳۲۔

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ خاکی جان صاحب نے صفحہ ۶۱ پر تصریح کی ہے کہ حجت و دلیل صرف دو چیزیں ہیں۔ ۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۔اجماع اس کے نزدیک دلیل میں داخل نہیں۔ تو اجماع سے استدلال کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ اجماع نہ قرآن ہے نہ حدیث۔ دوسری بات یہ ہے کہ اجماع کا دعوی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ احناف اس کے قائل نہیں ہے۔ احناف کا مذہب ہم امام طحاویؒ اور امام سرخسیؒ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں :

واختلف العلماء فی فصل من هذا الجنس وهو أن الصحابی إذا قال أمرنا بکذا أو نهینا عن کذا أو السنة کذا، فالمذہب عندنا أنه لا یفهم من هذا المطلق الإخبار بأمر رسول الله صلی الله علیه وسلم أو أنه سنة رسوله۔ (۱-۲۸۴)۔

مختصراً یہ کہ صحابی جب مطلقاً" کہے کہ سنت یوں ہے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوتی۔ آگے مثالوں سے واضح کر کے لکھتے ہیں :

وکذلک السنة فقد قال علیه السلام علیکم بسنتی وسنته الخلفاء من بعدی۔

دیکھئے اس میں، غیر پیغمبر کی سنت کا بھی اثبات ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

وقال علیه السلام من سن سنة حسنة فله آجرها وأجر من عمل بها إلی یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها إلی یوم القیامة۔ رواہ الترمذی حدیث نمبر ۲۶۷۵، ابن ماجه نمبر ۲۰۷، داری (۱-۱۳۱) احمد (۴- ۳۶۱)

یعنی جس نے اچھی سنت ایجاد کی تو اس کو اس ایجاد کا اور جو لوگ اس پر عمل

کریں گے قیامت تک اس کا اجر ملے گا اور جس نے بری سنت ایجاد کی تو اس پر اس ایجاد کا اور جو لوگ اس پر عمل کریں گے قیامت تک اس کا وبال ہو گا۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنت صرف سنت نبوی میں منحصر نہیں ہے۔ جیسا کہ خاکی جان صاحب کا زعم ہے۔ صحیح بخاری کی روایت سے بھی یہ معنی معلوم ہوتا ہے جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے دار پر لٹکانا چاہا تو انہوں نے دار پر چڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس پر صحیح بخاری میں اس حدیث کے آخر میں ہے :

فکان خبیب هو سن لکل إمرئٍ مسلم قتل صبرا اھ صحیح بخاری کتاب الجهاد۔ (۱-۴۲۸)

یعنی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے ہر اس مسلمان کے لئے یہ سنت جاری کی جو قتل ہو رہا ہو۔

دیکھئے یہاں پر اس سنت کے اجراء کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کر رہے ہیں۔

امام سرخسیؒ لکھتے ہیں :

وقد ظهر من عادة الصحابة التقييد عند إرادة سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالإضافة إليه على ما قال عمر لصبى بن معبد "هديت لسنة نبيك"۔ (رواه ابو داؤد حديث ۱۷۹۸) البيهقى (۴-۳۵۱و۳۵۴) اصول السرخسیؒ (۱- ۲۸۵)۔

یعنی صحابہ کرام کی عادت سے یہ ظاہر ہے کہ جب وہ سنت نبوی مراد لیتے

تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوا۔

الغرض جب احناف کا اس میں اختلاف ہے اور امام شافعیؒ کا قول جدید بھی احناف کی طرح ہے، تو پھر اجماع کا انعقاد کیسے ہوا؟

خاکی جان صاحب کے ذمہ لازم تھا کہ وہ یہ بھی بتادیتے کہ یہ اجماع کب اور کن کن ائمہ کا ہوا؟ خاکی جان صاحب نے آگے امام زیلعیؒ کی عبارت نقل کی ہے جس سے یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا احناف کا بھی یہ مذہب ہے۔ امام زیلعیؒ لکھتے ہیں :

"واعلم أن لفظ السنة يدخل فی المرفوع عندهم"

امام زیلعیؒ کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک یعنی محدثین وغیرہ کے نزدیک السنة کا لفظ مرفوع کے حکم میں ہے۔ یہاں پر "عندھم" کا لفظ کہا ہے عندنا نہیں کہا۔ یعنی یہ اصطلاح انہی محدثین وغیرہ کے ہاں ہے۔ اور آگے ابن عبد البرؒ کا قول نقل کیا ہے :

"وقال ابن عبدالبر فی التفصی"۔

لیکن خاکی جان صاحب اس سے لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش میں ہے کہ گویا احناف کا بھی یہ مذہب ہے۔ حالانکہ یہ احناف کا مذہب نہیں۔ جیسا کہ اصول سرخسیؒ کے حوالے سے ذکر ہوا۔

خاکی جان کی تحریف اور جھوٹ

غیر مقلدین کی یہ بری عادت ہے کہ جب تک تحریف نہ کریں۔

یا جھوٹ نہ بولیں ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ خاکی جان صاحب بھی جب سے غیر مقلد ہوئے ہیں۔ بے چارے کو یہی عارضہ لاحق ہے۔ خاکی جان صاحب لکھتے ہیں "علامہ عینی الحنفیؒ لکھتے ہیں :

"قول الصحابی من السنة حکمه حکم الرمرفوع علی القول الصحیح عمدة القاری"۔(شرح صحیح البخاری ۵-۱۷)

حالانکہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں :

"إن من السنة" هذا اللفظ یدخل فی المرفوع عندهم اهـ عمدة القاری شرح صحیح البخاری (۵-۱۷)

دونوں عبارتوں میں فرق واضح ہے۔ خاکی جان صاحب اس جھوٹ سے بھی یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علامہ عینیؒ بھی اس کا قائل ہے۔ حالانکہ یہ وہی نصب الرایہ کی عبارت ہے جو علامہ زیلعیؒ نے نقل کی ہے اور اس میں "عندھم" کے الفاظ ہیں۔ "عندنا" کے الفاظ نہیں یعنی یہ محدثین کے ہاں ہے۔ لیکن خاکی جان صاحب اس سے یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ علامہ عینیؒ بھی اس کا قائل ہے آگے مرقات شرح مشکوۃ لملا علی القاریؒ پر حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ مرقاۃ میں سرے سے اس مسئلے کو چھیڑا ہی نہیں۔ یہ مرقات پر خالص جھوٹ ہے خاکی جان صاحب نے یہاں قدم قدم پر دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اور جب یہ احناف کا مذہب ہی نہیں بلکہ محدثین کے اصول ہیں جو ہم پر حجت نہیں تو خاکی جان صاحب کا صفحہ ۳۳ پر بھنگڑا ڈال کر اچھلنا کودنا، پدکنا اور یوں گانا۔

ان ہی کی محفل سنوارتا ہوں

ان ہی کی مطلب کا کہہ رہا ہوں

چراغ میرا ہے رات ان کی

زبان میری ہے بات ان کی

محض فضول اور بے کار ہے۔ اس لئے کہ نہ ہم اس کے قائل ہیں نہ یہ ہماری بات ہے۔ خاکی جان صاحب یہ محدثین وغیرہ کی بات ہے۔ تم ان کی بات پر اچھلتے کودتے ہو۔ خاکی جان صاحب اور ہمت کرو اور زور لگاؤ۔ نیز جب بات ان کی ہے اور آپ کی صرف زبان ہے یعنی آپ کے دل کی بات نہیں تو یہ تو کھلی منافقت ہے۔ ان اشعار سے تو آپ کی منافقت عیاں ہو رہی ہے۔ غیر مقلدیت انسان سے کیا کیا گل کھلاتی ہے۔ واقعی کسی نے سچ کہا ہے " اللامذهبية قنطرة اللادينية"

خاکی جان صاحب صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں۔ پس ثابت ہوا۔

جواب : جناب کیسے ثابت ہوا؟ آپ نے جن امور پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی ہے وہ تو تار عنکبوت سے بھی زیادہ بودے نکلے تو ثابت کہاں سے ہوا؟

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

" کسی شہادت کو نقل کرنا تقلید نہیں ہے"۔ (صفحہ ۳۴)

خاکی جان صاحب اگر وہ واقعی شہادت ہو' تو تقلید نہیں لیکن اگر اس سے آپ مدعا ثابت کرنا چاہیں تو وہ دلیل ہے' شہادت نہیں۔ ذرا دلیل اور شہادت میں فرق سمجھنے کی کوشش کرتے۔ تو اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔

آگے لکھتے ہیں :

" مفتی صاحب نے ان حوالہ جات کا جو جواب دیا ہے وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کا قابل ہے"۔ (صفحہ ۳۴")

خاکی جان صاحب! حق بات اس قابل ہے۔ کہ سنہری حروف سے لکھی جائے مولوی عبدالباقی صاحب نے ان حوالہ جات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ تقلید ہے۔ جب کہ غیر مقلدین تقلید کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس پر خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

الجواب : معلوم نہیں کہ مفتی صاحب کو تقلید کی تعریف بھی معلوم ہے یا نہیں؟ یا انہوں نے محض تجاھل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ (صفحہ ۳۴)

جواب : خاکی جان صاحب! مفتی صاحب نے نہ تجاھل عارفانہ سے کام لیا ہے۔ اور نہ تقلید کی تعریف سے بے خبر ہے۔ آپ ہیرا پھیری کر کے جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں :

" تقلید کہتے ہیں کسی کے قول کو دلیل کے بغیر ماننا اور اسے حجت ماننا۔" (صفحہ ۳۴)

جواب : چونکہ ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے اس قول پر کہ "صحابی جب لفظ سنت کہے۔ اس سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے" نہ کوئی آیت دلیل ہے نہ حدیث' کیونکہ آپ کے نزدیک دلائل صرف یہی دو ہیں۔ تو آپ نے تقلید کی جو تعریف ذکر کی ہے۔ اس کی رو سے ابن عبدالبر کا یہ قول بلادلیل ہوا۔ اور آپ نے اس کو حجت مانا۔ تو آپ نے تقلید کی۔ لہٰذا اس بارے میں مولوی عبدالباقی صاحب پر الزام نہیں آتا۔ آپ ھیرا پھیری سے کام لے رہے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں :

"اور ہم نے جو تعریفیں نقل کی ہیں۔ وہ حدیث میں وارد لفظ "سنت" کی وضاحت کے لئے ہیں۔" (صفحہ ۳۴)

جواب : خاکی جان صاحب بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ حدیث میں وارد لفظ " سنت" سنت نبوی اور غیر سنت نبوی دونوں کو شامل ہے۔ ہم نے ذکر کردہ

تعریفوں سے ایک پہلو واضح کیا کہ یہاں سنت نبوی مراد ہے خاکی جان صاحب یہ ترجیح جو آپ دے رہے ہیں آپ ابن عبدالبرؒ کے قول کو جس پر کوئی دلیل نہیں ہے حجت مان رہے ہیں اور اپنی ذکر کردہ تعریف تقلید کی رو سے آپ نے تقلید کی اس لئے آپ خود پھنس چکے ہیں ادھر ادھر فضول ہاتھ پیر مارنے سے معاملہ حل نہ ہوگا۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں " : احادیث میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں کہ لفظ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔" (صفحہ ۳۴)

جواب : خاکی جانب صاحب' ذرا وہ نظائر پیش کریں جن میں یہ صراحت ہو' کہ صحابی جب مطلقاً" لفظ سنت کہے' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کریں اس سے واقعی سنت نبوی ہی مراد ہوتی ہے۔ ہمت ہے تو لائیے۔

باقی جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت موجود ہے " مثلاً" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صبی بن معبد سے یہ کہنا "ھدیت لسنۃ نبیک" جیسا کہ اصول سرخسیؒ کی حوالے سے یہ حدیث گزری۔ تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کئے بغیر لفظ "سنت" کہے تو کیا اس سے سنت نبوی ہی مراد ہوتی ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوتی۔ جیسا کہ امام طحاویؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اس کے کچھ دلائل آگے ذکر کئے جائیں گے۔" (صفحہ

(۳۴

جواب : ہم بھی انتظار کریں گے کہ آپ کے وہ دلائل کب آئیں گے جب آئیں گے تو ہم بھی اس کا جائزہ لیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آگے لکھتے ہیں" : بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کسی بات پر شہادت اور تائید کے طور پر کسی کا قول نقل فرماتا ہے۔ مثلاً"

"شهدالله أنه لا اله إلا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط"۔ (صفحہ ۳۴)

جواب : شہادت اور تائید دلیل سے ہوتی ہے۔ اور جب آپ نے ابن عبدالبرؒ کا قول بطور دلیل پیش کیا۔ جس پر نہ آیت سے دلیل ہے نہ حدیث سے تو اپنے قول کے اعتبار سے آپ نے تقلید کی۔ اور جس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اسی میں خود واقع ہوئے ہیں۔ لہٰذا مفتی عبدالباقی صاحب نے جو لکھا ہے وہ بھی صحیح ہے اور آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ وہ بھی بجا ہے۔ " الفضل ما شهدت به الأعداء"

باقی آپ نے جو آیت پیش کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر پڑھنے اور دیکھنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ کیونکہ : شہد اللہ کا یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی، تفسیر مدارک میں ہے :

"شهدالله أى حكم اوقال۔" (۱-۱۲۶) آل عمران

ذرا تفسیر جلالین دیکھیں :

"شهدالله بين لخلقه بالدلائل والآيات

أنه لا إله لا معبود بحق فى الوجود إلا هو

وشهد بذلک الملائکة بالاقرار وأولواالعلم
من الأنبیاء والمومنین بالإعتقاد"۔ (۱۔۴۸)

سورہ آل عمران

آپ جو شہادت مراد لے رہے ہیں وہ آیت میں مراد نہیں۔ اور اگر آپ اصول حدیث کے اصطلاح کے اعتبار سے شاہد کہہ رہے ہیں۔ تو اس میں بھی جناب کو بھول ہوئی ہے۔ کیونکہ شاہدان کے ہاں "ان یروی حدیث آخر بمعناہ" (تدریب الراوی جلدا صفحہ ۲۴۳) کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا آیت مذکورہ کا آپ کی بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

اسی طرح دوسری آیت کریمہ" : قل أرأیتم إن کان من عنداللہ وکفرتم بہ وشھدشاھد من بنی إسرائیل علی مثلہ الایہ سورہ الاحقاف"۔ سے بھی آپ کا مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہاں اس آیت میں کتاب اللہ کا منزل من اللہ ہونا ثابت شدہ امر ہے۔ اور اس کے منزل من اللہ ہونے پر دوسرے دلائل بھی موجود ہیں اور "وشھدشاھد من بنی اسرائیل" سے کتاب اللہ کا منزل من اللہ ہونا ابتداء ثابت کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ ایک ثابت شدہ امر پر گواہی ہے۔ جب کہ آپ کے مسئلے میں یہ بات ثابت ہی نہیں ہے۔ کہ صحابی جب مطلقاً" لفظ "سنت" کہے تو اس سے سنت نبوی ہی مراد ہوتی ہے۔ بلکہ آپ تو اس کو ابن عبدالبرؒ وغیرہ کے کلام سے ہی ثابت کر رہے ہیں۔ اور بقول حاکمؒ اجماع سے ثابت کر رہے ہیں۔ لہٰذا آیت کریمہ سے آپ کے مسئلے کا ذرہ بھر بھی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے آپ

جو یہ لکھ رہے ہیں کہ "افسوس ہے کہ مفتی صاحب "علم" کو تقلید کہہ رہے ہیں"۔ (صفحہ ۳۵) تو آپ کو اپنے اوپر افسوس کرنا چاہیئے کہ تقلید محض کو شہادت قرار دے رہے ہیں۔ اور پھر آپ کا یہ کہنا کہ "علم" کو تقلید کہہ رہا ہے۔ پہلے اس حوالے کو شہادت قرار دیا اور یہاں علم قرار دے رہے ہیں۔ خاکی جان صاحب کو خود بھی پتہ نہیں کہ یہ حوالہ جات تقلید ہے یا شہادت ہے یا علم؟ یہ اضطرابی کیفیت حق سے آنکھیں چرانے کے بعد پیدا ہو ہی جاتی ہے خاکی جان صاحب آپ نے تقلید پر جہالت کا حکم لگایا ہے اور آپ لوگوں کا یہ بھی دعوی ہے کہ ہم ہر مسئلہ قرآن اور سنت سے لیتے ہیں۔ بتائیے یہ حکم آپ نے کسی آیت سے لیا ہے یا کسی حدیث سے؟ نیز حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری شافعی ہیں۔ اور مقلد ہیں۔ حافظ بدرالدین عینی حنفی ہیں اور مقلد ہیں۔ کیا کسی انسان کے بچے میں یہ جرات ہے کہ وہ ان عظیم ہستیوں کو جاہل کہے اور اگر کہے گا۔ تو اس کا دماغی توازن بحال نہیں ہوگا۔ نیز اگر تقلید بقول آپ کے جہل ہے تو آپ نے جو ابن عبدالبرؒ وغیرہ کی تقلید کی تو آپ کا اپنے بارے میں کیا رائے ہے؟

مولوی عبدالباقی صاحب نے اپنے جواب میں خاکی جان صاحب کے جواب میں یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ اگر سورہ فاتحہ جنازہ میں معمول ہوتا۔ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب سورہ فاتحہ پڑھی تو لوگ اس کے بارے میں سوال نہ کرتے۔ کیونکہ معلوم اور معہود چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرتا۔ کہ کیوں پڑھا؟ ظاہر بات ہے کہ نماز جنازہ میں یہ عام معمول نہیں تھا۔ اس لئے سائل کو عجیب لگا اور سوال کر بیٹھا۔

مولوی عبدالباقی صاحب کا یہ نکتہ واقعی قابل غور ہے لیکن خاکی جان صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں "کیا سنت پر عمل انوکھی بات ہے؟" (صفحہ ۳۵)

جواب : خاکی جان صاحب! پہلے اس کو سنت نبوی تو ثابت کریں اور جب آپ اس کو ثابت ہی نہ کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ "کیا سنت پر عمل انوکھی بات ہے" فضول ہی ہے۔

خاکی جان صاحب آگے مزید لکھتے ہیں" : شاگرد کا اپنے استاد سے سوال کرنا اور مسئلہ معلوم کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے"۔ (صفحہ ۳۵)

جواب : خاکی جان صاحب! نماز جنازہ اکثر و بیشتر سامنے آتا ہے اور یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ البتہ اس میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا چونکہ شاگرد کو نئی بات معلوم ہوئی اس سے پہلے نہ خود پڑھی۔ نہ کسی کو پڑھتے ہوئے سنا۔ اس لئے سوال کیا اگر کسی اور کو پڑھتے سنتے یا یہ معلوم ہوتا' کہ یہ سنت نبوی ہے۔ جیسے امام جھری نماز میں سورہ فاتحہ جھر سے پڑھتا ہے۔ تو کبھی سوال نہ کرتے۔ سوال تب ہی کیا کہ ایسا نہ کیا تھا اور نہ سنا تھا۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"شاگرد کسی نئی بات کے بارے میں سوال کرتے ہی رہتے ہیں"۔

(صفحہ ۳۵)

جواب : واقعی خاکی جان صاحب یہ بھی چونکہ ان کی زندگی میں نئی بات تھی۔ اس سے پہلے نہ کسی کو پڑھتے ہوئے سنا اور نہ ہی خود پڑھا۔ اس

وجہ سے عجیب معلوم ہوا اور سوال کیا۔ اگر یہ عام معمول ہوتا تو کبھی سوال نہ کرتا۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں کہ" : فلاں فلاں صاحب نے سوال نہیں کیا"۔ (صفحہ ۳۵)

جواب : یہاں بحث سوال کرنے کے بارے میں ہے۔ نہ کرنے کے بارے میں نہیں ہے اور کسی ایک کا سوال بھی کافی ہے۔ جو اس عمل کے عام نہ ہونے پر دلیل ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں" : لوگوں نے تو اس سے بھی زیادہ واضح سنتوں کے بارے میں تعجب کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے "عن عكرمة قال صليت مع شيخ بمكة فكبر ثنتين و عشرين تكبيرة فقلت لا بن عباس إنه أحمق فقال ثكلتك أمك سنة أبى القاسم صلى الله عليه وسلم۔ (۱-۱۰۸) صفحہ ۳۶)

جواب : خاکی جان صاحب کے زعم کے اعتبار سے یہاں عکرمہ رحمہ اللہ کو بائیس تکبیریں کہنے پر تعجب ہوا۔ حالانکہ یہاں تعجب کی بات نہیں۔ تعجب پر محمول کرنا خاکی جان صاحب کی بے علمی اور کتب حدیث سے عدم ممارست کا نتیجہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض لوگ صرف رفع کے وقت تکبیرات کہنے کے قائل تھے۔ خفض یعنی نیچے جاتے وقت کی تکبیرات کے قائل نہ تھے۔ عکرمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ہر اٹھنے بیٹھنے پر تکبیر کہتا ہے اور اس طرح یہ بائیس تکبیریں بنتی ہیں' اور اگر خفض کی تکبیرات نہ ہوں تو بائیس نہیں بنتی۔ اس لئے عکرمہ نے سوال کیا کہ یہ ہر اٹھنے بیٹھنے پر کیوں تکبیر کہتا ہے؟ تو حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس پر شرح معانی الاثار میں باب باندھا ہے۔ "باب الخفض فی الصلاۃ ھل فیہ التکبیر" اور اس کے ذیل میں طرفین کے دلائل نقل کرنے کے بعد ہر اٹھنے بیٹھنے میں تکبیر کو ترجیح دی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث جو بخاری میں ہے بھی نقل کی۔ مزید تفصیل کے لئے شرح معانی الاثار ملاحظہ کریں۔ خاکی جان صاحب بے چارے کو چونکہ اصل پس منظر کا علم نہیں ہے اس لئے کیا سے کیا سمجھا۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

خاکی جان کی اس ذکر کردہ حدیث ابن عباس میں ہماری دلیل ہے خاکی جان صاحب کے خلاف ہم نے پہلے امام سرخسیؒ کی حوالے سے ذکر کیا تھا کہ صحابہ جب سنت نبوی مراد لیتے۔ تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے۔ چنانچہ اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

"سنۃ أبی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔"

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں "جناب عکرمتہ کا مرتبہ و مقام۔ (صفحہ ۳۶)

جواب : ہمیں حضرت عکرمہؒ کے مقام و مرتبہ سے انکار نہیں۔ خاکی جان صاحب کے فہم سے انکار ہے۔ کہ انہوں نے ناسمجھی میں کیا کو کیا بنا دیا۔ یہاں بائیس تکبیروں کے بارے میں تعجب کا اظہار نہ تھا جیسا کہ واضح ہوا۔

خاکی جان صاحب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک

اور حدیث نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیا۔ جمعہ کا دن تھا بارش ہو رہی تھی جب مؤذن نے اذان میں " حی علی الصلاۃ" کہنا چاہا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا "الصلاۃ فی الرحال" کہو۔ یعنی کہ نماز اپنے اپنے ٹھکانوں میں پڑھو۔ پس لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو جناب عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے بھی ایسا کیا۔ (صفحہ ٣٧)

جواب : یہاں لوگوں کو حیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہیں ہوئی چونکہ ایسا بہت کم ہوا ہوگا۔ اور یہ مسئلہ عام لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ بادوباران کی وجہ سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس لئے حیرت کا اظہار کیا۔ لیکن نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا اس پر قیاس کرنا خاکی جان صاحب کی غلطی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار لوگوں پر خود نماز جنازہ پڑھی۔ اور بے شمار صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ لیکن کسی بھی صحابی سے صحیح سند سے ثابت نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی۔ خاکی جان صاحب اس میں عموم بلوی ہے۔ جب کہ بادوباران کی وجہ سے جمعہ کا سقوط شاذونادر ہے۔ اس لئے عمومی بلوی میں لوگوں پر مخفی رہنا باعث تعجب نہیں ہے۔ نیز اس روایت میں بھی خاکی جان صاحب کے مدعی کے خلاف دلیل ہے کیونکہ یہاں انہوں نے اس طریقے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

خاکی جان صاحب کی دانش مندی

خاکی جان صاحب اپنی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت پیش کرتے ہیں، لکھتے ہیں :

"حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ جب بصرہ کے امیر تھے۔ تو انہوں نے رمضان المبارک کے اخیر میں خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزوں کی زکات نکالو (یعنی صدقہ فطر ادا کرو۔ لوگوں کو حیرت ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا یہاں کون ہے ....یہ صدقہ فطر کو نہیں جانتے۔ (صفحہ ۳۸)

جواب : یہاں اہل بصرہ پر تعجب نہیں بلکہ خاکی جان صاحب کے علم و فہم پر تعجب ہے۔ بات یہ ہے کہ صدقہ فطر عام مستعمل لفظ ہے عبداللہ بن عباسؓ نے اس عام معروف لفظ کے بجائے زکوۃ کا لفظ استعمال فرمایا۔ چونکہ زکوۃ روزوں کا نہیں بلکہ اموال کا ہوتا ہے اس لئے لفظ زکوۃ کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ جس پر انہیں بتا دیا گیا کہ زکوۃ سے مراد صدقہ فطر ہے۔ تو یہاں لفظ کے سمجھنے کی بات ہے۔ یہ نہیں کہ ان کو صدقہ فطر کا مسئلہ معلوم نہیں تھا۔

خاکی جان صاحب آپ اپنے زعم میں اپنے آپ کو اهل بصرہ سے بھی زیادہ عالم سمجھتے ہوں گے۔ کہ دیکھو اہل بصرہ جو کہ اس وقت تابعین ہیں وہ تو صدقہ فطر کا مسئلہ نہیں سمجھتے تھے اور خاکی جان سمجھتا ہے۔ لیکن خاکی جان صاحب یہی تمہاری ناسمجھی کی دلیل ہے۔

خاکی جان صاحب کی صحابی پر جرأت

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں" : قنوت نازلہ پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث سے ثابت ہے...... لیکن ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ لیکن انہیں قنوت نازلہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اسے بدعت قرار دیا۔" (صفحہ ۳۹)

جواب : خاکی جان صاحب کی جرأت دیکھیں کہ صحابی کو قنوت نازلہ کے مسئلے سے جاہل سمجھ رہا ہے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اصل بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت نازلہ کا پڑھنا بے شک ثابت ہے، مگر صرف ایک مہینے تک، ہمیشہ کے لئے نہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے :

"(۱) عن أبی هریرة یقول کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول حین یفرغ من صلاة الفجر من القراءةویکبرویرفع رأسه .....ثم بلغنا انه ترک ذلک لما انزل "لیس لک من الأمرشئی اویتوب علیهم اویعذبهم فانهم ظالمون۔"

(۲) آگے ابوهریرة رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت لاتے ہیں اور اس میں ایک مہینے تک پڑھنے کی تصریح کی ہے۔

"إن أبا هریرة حدثهم أن رسول اللّٰه صلی

اللہ علیہ وسلم قنت بعد الرکعة فی صلاة
شھرا"۔"

(۳) آگے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے پھر قنوت نازلہ کے ترک کے روایت ہے۔

"قال أبوھریرة ثم رأیت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الدعاء فقلت یارسول اللہ
قدترک الدعاء لھم قال فقیل ماتراھم
قدقدموا۔"

(۴) آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

"عن أنس بن مالک قال قنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم شھرا" بعد الرکوع فی
صلاة الصبح یدعوعلی رعل و ذکوان۔" (صحیح
مسلم' ا۔۲۳۷)

صحیح مسلم کی ان چاروں صحیح روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ ایک مہینے تک' بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ اس لئے ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ جو اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے کہ یہ عمل دائمی نہیں تھا۔ بلکہ ایک مہینے تک تھا۔ اس کو دائمی سمجھنا بدعت ہے یہ عجیب ہے۔ ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے پیچھے نماز پڑھی وہ اس کو (ہمیشہ) نہیں پڑھتے تھے یہ دوام بدعت ہے۔ لیکن آفرین

خاکی جان صاحب پر کہ وہ اس صحابی کو اس مسئلے سے جاہل قرار دیتا ہے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ حالانکہ امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث پر ترک کا باب باندھا ہے۔ کم از کم ترمذی سے نقل کرتے وقت اس باب کے مطلب پر تو غور کر لیا ہوتا۔ خاکی جان صاحب! ائمہ محدثین اور خصوصاً صحابہ کرام سے زیادہ ہوشیار بننے کی کوشش مت کرو۔ صحابی نفس اثبات کو بدعت نہیں قرار دے رہے بلکہ دوام کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ عمل دائمی ہوتا۔ تو کم از کم خلفاء راشدین تو ہمیشہ پڑھتے۔ لیکن ابومالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ عمل دائمی نہیں تھا۔ خاکی جان صاحب آگے ایک اور مثال دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

> " مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ میں اور جناب عروۃ بن الزبیرؒ دونوں مسجد میں داخل ہوئے۔ تو دیکھا کہ جناب عبداللہ بن عمرؓ عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کے پاس بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں نماز چاشت پڑھ رہے ہیں ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان لوگوں کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بدعت ہے "۔ (صحیح بخاری، ا۔۲۳۸، صحیح مسلم، ا۔۴۰۹ صفحہ ۳۹)

جواب : خاکی جان صاحب! اس کا جواب صحیح بخاری کے حاشیہ نمبر ۱۰ پر درج ہے لکھتے ہیں :

الظاہر أنہا لم تثبت عندہ فلذلک أطلق علیہا البدعۃ وقیل ان إظہارہا فی المسجد والاجتماع لہا ہو البدعۃ لأن نفس تلک

الصلاۃ بدعۃ۔ صحیح بخاری (۱-۲۳۸)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نفس نماز چاشت کو بدعت قرار نہیں دیا بلکہ اس کے لئے اجتماع کو بدعت قرار دیا۔ لہٰذا اس روایت کا خاکی جان صاحب کے زعم سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہی بات امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں :

(قولہم انہم سألوا ابن عمر عن صلاۃ الذین کانوا یصلون الضحی فی المسجد فقال بدعۃ) ہذا قد حملہ القاضی وغیرہ علی أن مرادہ اظہارہا فی المسجد والاجتماع لہا ہو البدعۃ لأن اصل صلاۃ الضحی بدعۃ۔ صحیح مسلم (۱-۴۰۹)

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"کیا لفظ سنت نکرہ آیا ہے۔" (صفحہ ۳۹)

جواب : ہمیں اس سے بحث نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں لفظ "سنت" نکرہ آیا ہے یا معرفہ' بحث اس سے ہے کہ کیا مطلقاً" سنت کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد ہوتی ہے؟ اس پر خاکی جان صاحب کتاب اللہ یا حدیث نبوی سے دلیل پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک دلائل صرف یہی دو ہیں۔ ابن عبدالبرؒ کا قول پیش کیا ہے جو کہ نہ آیت ہے نہ حدیث۔ اس لئے ہم پر حجت نہیں۔ اور نہ اس سے نزاع ختم ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس بارے میں خاکی جان صاحب جو روایات لائے ہیں

جن میں لفظ "سنت" معرفہ آیا ہے۔ اس سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

خاکی جان صاحب نے آگے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت اقعاء کے بارے میں ذکر کی ہے :

"عن طاوس يقول قلنا لابن عباس فی الإقعاء علی القدمين فقال هی السنة فقلنا إنا لنراه جفاء بالرجل فقال ابن عباس بل هی سنة نبيك صلی الله عليه وسلم۔ صحيح مسلم باب جواز الاقعاء علی العقبين" صفحہ ۴۰

جواب : اس روایت کو امام ترمذیؒ نے نقل کرنے کے بعد کہا ہے :

"ذهب بعض اهل العلم الی هذا الحديث من اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم لا يرون بالإقعاء بأسا وهوقول بعض اهل مكة من اهل الفقه و اكثر اهل العلم يكرهون الاقعاء بين السجدتين اه وقال الموفق فی كتابه المغنی ويكره الاقعاء وهوان يفترش قدميه ويجلس علی عقبيه بهذا وصفه احمد و كرهه علی وابو هريرة وقتادة و مالك و الشافعی واصحاب الرأی وعليه العمل عنداكثر اهل العلم لامع الدراری شرح البخاری"

خاکی جان صاحب ابن عباس رضی اللہ عنہ تو اس کو سنت قرار دیتے ہیں لیکن یہ جمہور امت کا مذہب نہیں، صرف بعض اہل علم کا مذہب ہے جمہور اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ نیز صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ ابوہریرۃ اور دوسرے اہل علم میں سے قتادہ امام مالک امام شافعی اور اہل کوفہ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اگر یہ عمل سنت ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی، تو صحابہ کرام اور دیگر اہل علم اس کو مکروہ کیوں سمجھتے؟ اس سے معلوم ہوا، کہ ابن عباسؓ نے اگرچہ اس کو سنت کہا ہے لیکن پھر بھی صحابہ کرام اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت یہ سنت ہے ہی نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قراءۃ فاتحہ فی صلاۃ الجنازۃ کو سنت کہنے سے سنت ثابت نہ ہونے کے لئے صاحب لامع الدراری نے ایک اور مثال دی ہے لکھتے ہیں :

"قلت قول ابن عباس رضی اللہ عنہ إنها من السنة لیس بنص فی کونها سنة ألا تری الی ماأخرجه مسلم عن أبی حسان الأعرج قال قال رجل لابن عباس ماهذه الفتیاأن من طاف بالبیت حل، فقال سنة نبیکم وان رغمتم، وأنت خبیرأنه خلاف الاجماع وأطلق ابن عباس علیه السنة لامع"۔ (۴-۴۳۷)

یعنی ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض

کیا، کہ یہ جو آپ فتوی دے رہے ہیں کہ جس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا وہ حلال ہو گیا۔ یہ کیسا فتوی ہے؟ اس پر بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا"سنة نبیکم" حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ حاجی جب تک وقوف عرفہ اور رمی جمرہ عقبہ نہ کرے حلال نہیں ہوتا۔ اور پوری امت کا عمل اسی طرح ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ صرف طواف کر کے حلال ہونے کو سنت نبوی قرار دے رہے ہیں۔ کیوں خاکی جاں صاحب، آپ لوگ حج میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس بتائی ہوئی سنت پر عمل کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ جس طرح صرف طواف سے حلال ہونا سنت نبوی نہیں۔ اسی طرح اقعاء اور جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت نبوی نہیں اگرچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سب پر سنت کا اطلاق کیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تو ثابت کرتے ہیں حالانکہ نسائی کی روایت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھنے کا بھی ذکر ہے "عن طلحه بن عبید اللّٰه بن عوف قال صلیت خلف ابن عباس علی جنازة فقرأ بفاتحة الکتاب و سورة و جهر۔ سنن نسائی باب الدعاء" (۱۔۲۸۱)۔ خاکی جان صاحب آپ لوگ صرف فاتحہ لیتے ہیں اور سورہ کو نہیں لیتے۔ "أفتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" دیکھئے طواف کے اندر رمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور صحابہ کرام سے بھی، اور جمہور امت اس کے سنت ہونے کا قائل ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کو سنت نہیں مانتے۔ دیکھئے جب رمل کے سنت ہونے کے بارے میں ان

سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا "صدقوا وکذبوا" صحیح مسلم، (۱-۴۱۱)۔
(۱۔امام نووی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"ہو مذہبہ و خالفہ جمیع العلماء من
الصحابة والتابعين وأتباعهم ومن بعدهم
فقالوا هو سنة"۔ نووی شرح مسلم (۱-۴۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں اپنا ایک نظریہ ہے۔ دیکھئے جو بالاتفاق سنت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس کو سنت نہیں کہتے۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ جیسے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا یا طواف کر کے حلال ہونا، اس کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے جب صحابی مطلق لفظ سنت سے کہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت نہ ہو۔ اس سے سنت نبوی مراد نہیں لیا جا سکتا۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

" مفتی صاحب نے جتنی باتیں کہی ہیں۔ یہ سب ان کی ذہنی اختراء ہے۔ (خاکی جان صاحب نے اختراع کو اختراء لکھا ہے) اگر ان باتوں پر کوئی بھی دلیل ان کے پس ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ (صفحہ ۴۱)

جواب : خاکی جان صاحب یہی بات ہم آپ سے کہہ رہے ہیں۔ اگر آپ کے پاس مطلق لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد ہونے پر کوئی دلیل کتاب اللہ سے یا حدیث نبوی سے ہوتی۔ کیونکہ آپ کے ہاں دلائل

صرف یہی دو ہیں۔ تو آپ ضرور پیش کرتے۔ اور ابن عبدالبرؒ اور حاکمؒ کی تقلید کا سہارا نہ لیتے۔ خاکی جان صاحب آپ اپنا مدعا دلیل سے ثابت کرنے میں خود ناکام ہیں۔ اب دوسروں کو الزام دیتے ہیں کہ ان کے پاس دلیل نہیں ہے۔

"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

گویا "چور مچائے شور" والا معاملہ ہو گیا۔

خاکی جان صاحب کی دوسری دلیل

"عن ابی امامة بن سهل بن حنيف قال السنة فى الصلاة على الجنازه ان يكبر ثم يقراء بام القرآن (صفحہ ۴۱)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع نہیں ہے۔ تقریب میں ہے "اسعد بن سهل بن حنيف ابو امامة معروف بكنيته معدود فى الصحابة له روية لم يسمع من النبى صلى الله عليه وسلم (۱-۸۸) دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت میں بھی وہی لفظ "سنت" ہے چونکہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں ہے اس لئے اس سے سنت نبوی ثابت کرنا آسان کام نہیں ہے۔ ودونہ خرط القتاد۔ لہذا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ خاکی جان صاحب جب اپنے مدعا ثابت کرنے میں ناکام ہوئے تو غصہ ہو کر کہتے ہیں :

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

خاکی جان صاحب! آپ کی حالت واقعی قابل رحم ہے۔ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔ حالانکہ بات روز روشن کی طرح بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہیں بے شمار لوگوں پر نماز جنازہ پڑھی۔ صرف دعا کا ذکر تو آتا ہے کہ یہ دعا پڑھی یہ دعا پڑھی ہے۔ لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ بھی پڑھی۔ آخر یہ کھلی حقیقت آپ پر کیوں پوشیدہ ہے؟ شاید اسی جنوں کا اثر ہے۔ اللہ تعالیٰ افاقہ نصیب فرمائے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

خاکی جان صاحب کی تیسری دلیل

"عن أبی أمامة بن سھل أنه أخبره رجل
من أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم أن
السنة فی الصلاة علی الجنازة۔" (صفحہ ۴۳)

جواب : اس روایت میں بھی لفظ "سنت" مطلق ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت نہیں۔ تو کوئی منسوب کرے بھی تو کیسے کرے؟ اس لئے اس روایت سے بھی پہلی روایت کی طرح مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ باقی یہ روایت صحیح ہو یا ضعیف، ہمیں اس سے بحث نہیں۔ خاکی جان صاحب نے ویسے اس پر حاشیہ آرائی کی ہے۔ کیونکہ اصل بحث لفظ "سنت" میں ہے۔ کہ کیا اس سے واقعی سنت نبوی مراد ہے؟ یہ ثابت نہیں۔

خاکی جان صاحب کی چوتھی دلیل

"عن الزهری قال سمعت ابا امامة بن
سهل بن حنيف يحدث ابن المسيب قال
السنة فی الصلاة علی الجنازه ان تکبرثم
تقراء بام القرآن(صفحہ ۴۴)

جواب : یہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک اور طریق ہے
یہ نفس وہی حدیث ہے شاید خاکی جان صاحب کے نزدیک حدیث کا ہر
طریق مستقل الگ حدیث ہوتی ہے۔ اس لئے خاکی جان صاحب اس کو
مستقل چوتھی دلیل بنا رہے ہیں۔ بہرحال اس میں بھی وہی لفظ "سنت"
ہے جو کہ مطلق ذکر ہے بدون الاضافة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

خاکی جان لکھتے ہیں :

"امام سعید ابن المسیب" کا مرتبہ (صفحہ
۴۵)

جواب : خاکی جان صاحب ہمیں سید التابعین حضرت سعید ابن المسیبؒ
کے مرتبہ و مقام سے انکار نہیں۔ صرف انہی کا نہیں بلکہ حضرت عبداللہ
بن عباسؓ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ نہ کا مرتبہ اور مقام ہمیں معلوم
ہے لیکن بات یہاں پر لفظ "سنت" سے سنت نبوی کا اثبات ہے جو نہ
آپ ثابت کر سکے اور نہ کر سکیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز سعید بن
المسیبؒ خود بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔
دیکھئے عمدة القاری (۷-۵۱)

خاکی جان صاحب کی پانچویں دلیل

جناب حبیب بن مسلمتہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

"السنة علی الجنازه ان یکبرالامام ثم یقرا ام القرآن فی نفسه" (صفحہ ۴۵)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ یہ دراصل مستدرک کی روایت ہے۔ اور وہاں پر حبیب بن مسلمتہ کے بجائے محمد بن مسلمتہ سے روایت کی گئی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو علل میں ذکر کیا ہے خاکی جان صاحب نے وہیں سے اڑائی ہے۔ اس لئے یہ حدیث اصل کے اعتبار سے معلول ہونے کے بناء پر قابل استدلال نہیں ہے۔ دوسری بات اس میں بھی لفظ "السنة" مطلق ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں ہے۔ اور یہ ہے محل نزاع۔ جس کو خاکی جان صاحب کسی دلیل سے حل نہ کرسکے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"دو صحابہ کرام کے اتفاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کے نزدیک نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔" (صفحہ ۴۶)

جواب : ترمذی کا حوالہ گذر چکا۔ کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف بعض صحابہ کا عمل تھا۔ جمہور صحابہ کا نہیں تھا۔ اور صحابی کا عمل چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ اس لئے خاکی جان صاحب کا اس کو دوسروں پر حجت کے طور پر پیش کرنا نیز دو کے اتفاق کو سب کا اتفاق کہنا محل

تعجب ہے۔

خاکی جان صاحب کی چھٹی دلیل

"عن أم شریک الانصاریة قالت أمرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن نقرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب' ابن ماجه (صفحہ ۱۰۹) ص۴۶۔

جواب : خاکی جان صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں تھوڑا سا ضعف ہے حالانکہ یہ روایت حد درجہ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس میں ایک راوی حماد بن جعفر ہے۔ اس کے بارے میں علامہ ذھبیؒ اپنی کتاب "المغنی" میں لکھتے ہیں " : قال ابن عدی منکر الحدیث" (۱-۱۷۸)

دوسرا راوی شہر بن حوشب ہے اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں " : صدوق کثیر الارسال والاوھام" (۱-۳۵۵)

اور امام مسلمؒ لکھتے ہیں " : سئل ابن عون عن حدیث شهر وهوقائم علی أسکفة الباب فقال إن شهرانزکوه إن شهرانزکوه' قال ابوالحسین مسلم بن حجاج یقول أخذته السنة الناس تکلموافیه" صحیح مسلم (۱-۱۳)

کیا ان دو راویوں کے ضعیف ہونے کے باوجود یہ حدیث قابل استدلال ہو سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں :

"ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنه

امران يقرا على الجنازة بفاتحة الكتاب
ولا يصح اسناده زاد المعاد" (۱-۵۰۴)
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حالانکہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

آگے مزید لکھتے ہیں " : ومقصود الصلاة على الجنازة هو الدعاء للميت لذلک حفظ عن النبی صلی الله عليه وسلم ونقل عنه مالم ينقل من قراءة الفاتحة اه۔ زاد المعاد"۔ (۱-۵۰۵)
یعنی نماز جنازہ کا مقصد صرف میت کے لئے دعا ہے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ سورہ فاتحہ کا پڑھنا منقول نہیں ہے۔

نیز نماز جنازہ میں مرد شریک ہوا کرتے ہیں' عورتیں نہیں۔ اس لئے ام شریک رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بات بھی قابل غور ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں" : امام مسلمؒ نے اس (شہر بن حوشب) کی حدیث صحیح مسلم میں متابعت اور شواہد کے طور پر ذکر کی ہے۔(صفحہ ۴۶)
جواب : پہلی بات یہ ہے کہ اس روایت میں صرف شہر بن حوشب ہی ضعیف نہیں بلکہ حماد بن جعفر بھی منکر الحدیث ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خاکی جان صاحب آپ تو اس کو اصول کے طور پر ذکر کر رہے ہیں اس کو چھٹی دلیل قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے حماد بن جعفر اور شہر بن خوشب کی یہ حدیث نہ تو اصول میں پیش کی جا سکتی ہے۔ اور نہ متابعت اور شہادت کے طور پر۔ کیونکہ حد درجہ ضعیف ہے۔ نیز امام مسلم نے اس پر خود جرح نقل کی۔ حوالہ گزر چکا۔

خاکی جان صاحب اس حد درجہ ضعیف روایت کی تائید میں ایک اور حد درجہ ضعیف روایت پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں "اس روایت کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے۔"

"عن أسماء بنت يزيد قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صليتم على الجنازه فاقرؤوا الفاتحة الكتاب۔ مجمع الزوائد۔" (۳/۳۲،صفحہ ۴۷)

جواب : خاکی جان صاحب یہ روایت پہلی روایت سے ضعف میں کچھ کم نہیں ہے۔ کیونکہ علامہ ھیثمی رحمہ اللہ اس کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"فيه معلى بن حمران ولم أرمن ذكره وبقية رجاله موثقون وفي بعضهم كلام"۔

یعنی معلی بن حمران کو کسی نے ذکر نہیں کیا یعنی مجہول ہے اور بقیہ رواۃ میں بھی متکلم فیہ ہیں۔ تو ام شریکؓ کی روایت صرف دو راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حد درجہ ضعیف ہے۔ تو اس میں تو دو راویوں میں سے زائد راوی ضعیف ہیں۔ اس لئے یہ بھی نہایت ضعیف ہے اور ایک ضعیف دوسرے ضعیف کی کیا تائید کر سکے گا۔

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

سوال : خاکی جان صاحب آپ نے جو یہ کہا ہے "اور بعض پر کچھ کلام ہے" (صفحہ ۴۷)۔ یہ علامہ ھیثمی رحمہ اللہ علیہ کی کس عبارت کا ترجمہ ہے؟

خاکی جان کی اصول دانی

خاکی جان صاحب ام شریکؓ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :
"اور یہ روایت حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ (صفحہ ۴۷)۔

جواب : خاکی جان صاحب! آپ نے یہ حکم کہاں سے لگایا؟ کیا حسن کی تعریف یہ ہے کہ جس روایت کی سند میں ایک راوی منکر الحدیث اور ایک راوی ضعیف ہو وہ حسن کہلاتی ہے؟

خاکی جان صاحب کی ساتویں دلیل

ابن مجاہدؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نماز جنازہ کے سلسلے میں چالیس کتابیں اکٹھی کی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک کو تو اپنے پاس رکھا جس میں ہے کہ تکبیر کہی جائے۔ پھر ام القرآن پڑھی جائے۔ (صفحہ ۴۷)

جواب : خاکی جان صاحب! یہ کتابیں کس کی تصنیف تھی؟ اس روایت کی سند کیا ہے؟ اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا کس کا عمل تھا؟ یہ تمام امور غور طلب ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ کیا جائے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ اس وقت تک اس کی سنیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ عجیب بات ہے غیر مقلدین کے ہاں صحابی کا قول حجت نہیں لیکن دوسروں کے سامنے تابعی کا قول بھی بطور حجت کے پیش کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ ویل للمطففین۔ خاکی جان صاحب ہمیں حضرت مجاہدؒ کے مقام و مرتبہ سے انکار نہیں۔ بات یہ ہے کہ اس روایت میں یہ وضاحت نہیں کہ یہ کس کا عمل تھا؟ کیوں خاکی جان صاحب ان باقی ۳۹ کتابوں میں کیا تھا؟ نیز مجاہدؒ خود بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

کے پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔ عمدۃ القاری میں ہے۔

"وممن لا یقرأمن التابعین عطاء و طاؤس وسعید بن المسیب وابن سیرین وسعید بن جبیروالشعبی والحکم وقال ابن المنذرو بہ قال مجاہد و حماد"۔ (۷-۵۱)

خاکی جان صاحب آگے آثار صحابہ پیش کررہے ہیں۔

آثار صحابہ (صفحہ ۴۸)۔

جواب : خاکی جان صاحب! جب غیر مقلدین کے نزدیک صحابہ کے اقوال حجت نہیں۔ تو ان کے آثار کو دوسروں پر حجت کے طور پر کیسے پیش کرتے ہیں۔ غیر مقلد زیدی شیعہ شوکانی لکھتے ہیں :

"ذهب المجهور إلى أن أقوال الصحابة لسيت بحجة على الصحابه ومن بعدهم من التابعين وتبع تابعيهم......هذا الكلام إذاكان ماقاله من مسائل الاجتهادُ ماإذالم يكن فيها .... فليس ممانحن بصدده' والحق أنه ليس بحجة' فإن الله لم يبعث إلى هذه الأمة إلا محمدا صلى الله عليه وسلم وجميع الأمة مأمورة باتباعه ولا فرق بين الصحابة ومن بعدهم فكلهم مكلفون باتباع السنة اه إرشاد الفحول"۔ (صفحہ ۲۱۴)

یعنی نہ کسی صحابی کا قول حجت ہے۔ اور نہ کسی تابعی کا۔ صرف حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا قول حجت ہے۔ تو جب صحابہ کرام کے اقوال تمہارے ہاں حجت نہیں ہے تو اس کو حجت کے طور پر کیسے پیش کرتے ہو۔ یہ تو "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور" والا معاملہ ہو گیا۔ یہ دوغلی پالیسی یہود کا شیوہ تو ہے۔ مسلمانوں کا نہیں۔

خاکی جان صاحب نے سہل بن حنیفؓ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے آثار پیش کئے ہیں۔

جواب : امام ترمذیؒ کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ بعض صحابہ پڑھتے تھے اس سے انکار نہیں۔ البتہ جمہور صحابہ نہیں پڑھتے تھے۔ نیز صحابہ کا عمل غیر مقلدین کے نزدیک خود حجت نہیں۔ تو دوسروں کے خلاف کیسے بطور حجت کے پیش کرتے ہیں؟ مقام فکر ہے۔ آگے مصنف ابن ابی شیبہ سے فضالہ مولی عمران کا اثر نقل کیا ہے۔(صفحہ ۴۹)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ فضالہؒ صحابی نہیں ہے۔ بلکہ تابعی ہیں۔ خاکی جان صاحب نے "آثار صحابہ کرام" کے عنوان کے نیچے لا کر یہ دھوکہ دیا۔ کہ گویا یہ صحابی کا اثر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں "شریک القاضی" ہے اور شریک القاضی پر خود خاکی جان صاحب نے یوں جرح نقل کی ہے لکھتے ہیں :

"ایک میں شریک القاضی ہے جو مدلس ہے"۔ (صفحہ ۶۴)

جناب خاکی جان صاحب! شریک نے یہاں بھی "عن" کے ساتھ روایت کی ہے تو کیا جب آپ کے مستدل میں آئے تو خیر دوسرے کے مستدل میں آجائے تو جرح و تعدیل کا باب کھل جاتا ہے۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے؟ شریک صرف مدلس نہیں بلکہ کثیر الخطا بھی ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب۔(۱-۳۵۱) .

خاکی جان صاحب نے آگے "عبدالرزاق عن ابن جریج قال حدثت عن اُبی ھریرہ وابی الدرداء واُنس بن مالک و ابن عباس اُنھم کانت (خاکی جان صاحب نے اس طرح نقل کیا ہے۔ حالانکہ صحیح کانوا ہے۔ راقم الحروف) یقراؤون (خاکی جان نے یونہی نقل کیا ہے۔ حالانکہ صحیح "یقرأون" ہے) باُم القرآن۔ نقل کیا ہے۔ صفحہ ۴۹)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ ابن جریج مدلس ہے۔ (دیکھئے تقریب (۱-۶۱۷)
اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ ۹۰ عورتوں کے ساتھ متعہ کیا ہے۔ حالانکہ متعہ حرام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر ابن جریج کہتے ہیں :

" حدثت عن ابی ھریرہ" ابن جریج کا شیخ کون ہے؟ اس کا ذکر تک نہیں کہ ثقہ ہے غیر ثقہ ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ صحابی کے افعال ہیں۔ جو غیر مقلدین کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ تو اس کو دوسروں کے خلاف کیسے دلیل بناکر پیش کرتے ہیں؟ نیز حضرت ابو ہریرہؓ خود بھی پڑھنے کے قائل نہیں تھے۔ حوالہ پہلے گذر چکا ہے۔

خاکی جان صاحب نے آگے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر پیش کیا ہے۔ صفحہ ۴۹)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کے سند میں ایک راوی مجھول ہے سند یوں ہے :

"حدثنا اُبوبکر ثناء وکیع عن ھشام الدستوائی عن رجل من ھمدان"۔

یہاں رجل من ھمدان کون ہے؟ یہ مجھول ہے۔ اس جہالت کی وجہ سے روایت

ساقط ہے دوسری بات یہ ہے کہ صحابی کا عمل غیر مقلدین کے ہاں حجت نہیں ہے۔

خاکی جان صاحب نے سنن ترمذی کی عبارت سے نقل کیا ہے۔ (۴۹)

جواب : اس عبارت میں جیسے پڑھنے والوں کا ذکر ہے نہ پڑھنے والوں کا بھی ذکر ہے۔ اس لئے یہ خاکی جان صاحب کے لئے کوئی مفید نہیں ہے۔ آگے سنن کبریٰ سے نقل کیا ہے :

ورویناعن ابن مسعود وعبد الله بن عمرو بن العاص فی قراءة الفاتحة فی صلاة الجنازة سنن کبریٰ۔ (۴۔ ۴۰) ص ۵۰۔

جواب : چونکہ سنن کبریٰ میں اس کی سند مذکور نہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ روایت صحیح ہے یا ضعیف؟ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند بحوالہ ابن ابی شیبہ ضعیف ہے کمامر عن قریب۔

اور پھر یہ صحابہ کا عمل ہے جو کہ لامذہبوں کی دنیا میں خود حجت نہیں ہے۔

خاکی جان صاحب آگے فتح الباری سے نقل کررہے ہیں :

وھی من المسائل المختلف فیھا ونقل ابن المنذر الخ۔ (ص ۵۰)

جواب : اگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہوتا اور سنت نبوی ہوتی۔ تو اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔ یہ اختلاف ہی اس بات کی دلیل ہے کہ پڑھنا سنت نبوی نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

خاکی جان صاحب نے آگے عالمگیری اور قاضی خان کے حوالے سے نقل

کیا ہے :

ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلا بأس

بہ۔(صفحہ ۵۱)

جواب : دعا اور چیز ہے ' قرات اور چیز۔ دعا تو حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے بھی ثابت ہے مگر فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں۔ شاید آپ ابھی تک دونوں میں تمیز نہیں کر سکے ہوں گے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ سورہ فاتحہ بہ نیت دعا پڑھ لیا جائے۔ (۵۱)

جواب : چونکہ نماز جنازہ صرف دعا ہی ہے اور خود آپ نے ص ۵۸ پر الحمد للہ کو افضل الدعاء کہا ہے۔ اور پھر ہمارے ہاں کوئی دعا خاص نہیں ہے۔ کہ صرف اسی دعا کو پڑھے۔ اور سورہ فاتحہ بھی حمد وثنا اور دعا پر مشتمل ہے لہٰذا اگر اس کو بہ نیت دعا پڑھا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"حنفیوں کے ایسے بہت سے اصول ہیں کہ جو خانہ ساز ہیں۔" (ص ۵۱)

جواب : آپ نے ص ۳۲ پر جو لکھا ہے "صحابی جب کسی عمل کو سنت کہے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی سنت مراد ہوتی ہے"۔ بتائیے یہ اصول کس آیت یا حدیث سے ماخوذ ہے؟ نیز محدثین نے جو اصول حدیث وضع کئے ہیں۔ اس کے بارے میں جناب خاکی جان صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے؟ کیا یہ خانہ ساز ہیں؟ یا کسی آیت یا حدیث سے مستنبط ہیں؟ جواب دلیل سے دیں۔

یعنی صرف قرآن اور حدیث سے۔

نیز ائمہ حدیث نے اخذ حدیث کے لئے جو اصول وضع کئے ہیں ان کے بارے میں جناب خاکی جان صاحب کی رائے کیا ہے؟

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی "سنت" کو صدق دل سے تسلیم کرلیا جائے"۔ (ص ۵۱)

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بسرو چشم قبول۔ لیکن نماز جنازہ میں فاتحہ کا ثبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے تو ہو' اور یہ بتایا جائے کہ فلاں کتاب میں صحیح سند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف پڑھنا ثابت ہے بلکہ دوام بھی ثابت ہے۔ اور یہ خاکی جان صاحب کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لئے غیر سنت کو سنت کیسے تسلیم کرلیا جائے؟

خاکی جان صاحب نے علامہ شرنبلالیؒ کی کتاب "المستطاب" کا حوالہ مولانا عبد الحیؒ سے نقل کیا ہے۔

جواب : جب تک کتاب سامنے نہ ہو اور دلائل کی قوت وضعف کا پتہ نہ چل جائے اس وقت تک اس سے آنکھیں بند کرکے اس سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے؟

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا فتویٰ

فیکبر اربع تکبیرات یقرا فی الاولی الفاتحته" (صفحہ ۵۲)

جواب : خاکی جان صاحب! عوام کو اس طرح سے دھوکہ دینا مناسب نہیں۔ غیر

مقلدین کے نزدیک جب صحابی کا قول حجت نہیں ہے تو شیخ تو نہ صحابیؓ ہیں نہ تابعی۔ بلکہ امام احمدؒ کے مقلد ہیں۔ اس لئے شیخؒ کے فتوی سے نہ آپ استدلال کرسکتے ہیں اور نہ ہم پر حجت ہے نیز کیا بیس رکعت تراویح کے مسئلے میں بھی شیخؒ کا فتوی تسلیم کرتے ہیں؟

خاکی جان صاحب کے عمومی دلائل

خاکی جان صاحب نماز جنازہ کو عام نمازوں پر قیاس کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قیاس غلط ہے۔ کیونکہ ان تمام نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے جب کہ نماز جنازہ میں صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ مکمل طور پر دوسری نمازوں کی طرح ہے بھی نہیں۔ دوسری نمازوں میں رکوع و سجود ہے اس میں نہیں۔ دوسری نمازوں میں قعدہ ہے اس میں نہیں۔ دوسری نمازوں میں تشہد اور درود شریف کے بعد سلام ہے۔ اس میں تشہد وغیرہ نہیں ہے۔ دوسری نمازوں میں دونوں طرف سلام پھیرنا ہوتا ہے اس میں ایک طرف سلام پھیرنا بھی کافی ہوتا ہے۔ دوسری نمازیں دو رکعت سے کم نہیں ہوتی۔ جب نماز جنازہ ایک رکعت بھی مکمل نہیں کیونکہ رکعت رکوع و سجود کے بغیر نہیں ہوتی۔ دوسری نمازوں میں تعدیل ارکان واجب ہے۔ اس میں سرے سے ہے ہی نہیں۔ دوسری نماز اگر فوت ہونے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز نہیں ہے۔ جب کہ نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خطرے کے پیش نظر تیمم جائز ہے اتنے سارے فروق کے باوجود نماز جنازہ کو دوسری نمازوں پر قیاس کرنا یہ صرف خاکی جان صاحب ہی کا کمال ہے۔ کوئی صاحب علم ایسے قیاس کو صحیح ماننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

آگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث :

"من صلی صلاۃ لم یقرافیھا بأم القرآن فھی خداج"۔(صفحہ ۵۳) نقل کی ہے۔

جواب : نماز جنازہ کو اس حدیث کے تحت آج تک کسی اور عقلمند نے داخل نہیں کیا۔

آنچہ شیران راکند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

آگے لکھتے ہیں :

"فقیل لأبی ھریرۃ إنا نکون وراء الامام قال اقراء بھا فی نفسک"

(صفحہ ۵۳)

جواب : خاکی جان صاحب! اس جملہ سے تو عام نمازوں میں بھی فاتحہ ثابت نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ نماز جنازہ میں۔ کیونکہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور صحابی کا قول آپ لوگ نہیں مانتے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے۔

"عن عطاء بن یسار أنه أخبره أنه سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الإمام فی شئی"۔ (صحیح مسلم باب سجود التلاوۃ، ا-۲۱۵)

عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرات کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی چیز

میں قراءت نہیں ہے دیکھئے یہ روایت امام کے ساتھ نہ پڑھنے میں نص ہے کیوں خاکی جان صاحب! کیا لامذہبوں کی دنیا میں اس روایت کو کوئی اہمیت حاصل ہے؟ اور اگر نہیں تو صرف اس لئے کہ یہ صحابی کا قول ہے۔ اور صحابہ کا قول تمہارے نزدیک حجت نہیں ہے۔ جیسا کہ شوکانی صاحب کا حوالہ گذر چکا ہے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی روایات ہمارے ہاں امام اور منفرد پر محمول ہیں۔ مقتدی پر نہیں۔ بہرحال خاکی جان صاحب کا اس روایت سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت کرنا آسان کام نہیں۔ کیونکہ یہ قیاس ہی غلط ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"سورہ فاتحہ کا نماز سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ روح کا جسم کے ساتھ"۔ (صفحہ ۵۳)

جواب : چونکہ روح کے بغیر جسم زندہ نہیں رہتا۔ اور مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ جیسا کہ ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے اگر فاتحہ کا تعلق نماز سے ایسا ہوتا جیسا کہ خاکی جان صاحب نے کہا تو پھر ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی نماز بے جان ہوئی۔ کیونکہ وہ حالت رکوع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے۔

"باب اذا رکع دون الصف"۔ (۲-۱۱ص ۱۰۸)

اور اسکے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ ابوبکرۃ آپ کی نماز چونکہ بے جان ہے اس لئے اس کو لوٹا لو۔ خاکی جان صاحب مسائل شرعیہ میں بھی اپنی ناکام ڈاکٹری چلانا چاہتے ہیں۔ سورہ فاتحہ کا تعلق عام نماز سے ہے۔ نماز جنازہ سے نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت

نہیں ہے۔

خاکی جان صاحب کا عجیب و غریب استدلال

لکھتا ہے کہ :

"قسمت الصلاۃ بینی و بین عبدی"

میں سورہ فاتحہ کو صلاۃ قرار دیا گیا ہے۔ اور جب نماز میں نماز

نہیں پڑھی جائے گی تو وہ نماز کیسے قابل قبل ہو گی۔"۔

(صفحہ ۵۳)

جواب : اس عبارت کو بار بار پڑھئے اور خاکی جان کے فہم و دانش کی داد دیجئے۔ کیا کوئی چیز اپنے لئے ظرف بن سکتی ہے؟ اور کیا "قسمت الصلاۃ" میں صلاۃ سے واقعی سورہ فاتحہ مراد ہے؟ فافہم و تدبر۔

خاکی جان صاحب کا اجتھاد

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"کل صلاۃ لا یقرا فیھا بام القرآن فھی

خداج"

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سورہ فاتحہ کو ہر نماز

میں پڑھنا ضروری ہے۔ (ص۔ ۵۴)

یہاں تک تو بات درست ہے۔ آگے خاکی جان صاحب کا قیاس و اجتھاد ملاحظہ فرمائیے۔

"اس حدیث میں ہر نماز کے الفاظ آئے ہیں۔ اور نماز

جنازہ بھی ایک نماز ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ میں بھی اس کی تلاوت

ضروری ہے۔ (صفحہ ۵۴)

جواب : یہ اجتھاد من غیر اھلہ ہے۔ اور قیاس مع الفارق ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ نماز جنازہ کو دیگر نمازوں پر قیاس کرنا خاکی جان صاحب ہی کا اجتھاد ہے جس کی نظیر قیاس کی دنیا میں ملنا مشکل ہے۔

اعتراضات کا ایک جائزہ

خاکی جان صاحب مولوی عبدالباقی کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں عبدالباقی صاحب نے ابوداؤد کی روایت نقل کی ہے کہ نماز جنازہ صرف دعا ہے۔

"عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعا"

اس پر خاکی جان صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں راوی محمد بن اسحاق بن یسار واقع ہے جو فاتحہ خلف الامام کی حدیث کا راوی ہے۔ دیوبندی حضرات نے اسے کذاب اور دجال قرار دیا ہے۔

(صفحہ ۵۵)

جواب : خاکی جان صاحب! دیوبندیوں نے صرف اس پر جرح نقل کی ہے۔ اپنی طرف سے اس کو دجال اور کذاب قرار نہیں دیا۔ دیکھئے حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں :

"محمد ابن اسحاق بن یسار أبوبكر المطلبی مولاهم المدنی نزيل العراق إمام المغازی صدوق يدلس ورمی بالتشيع

والقدر"۔(۲۔ ۵۴)

اس لئے آپ کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں نے اس کو دجال قرار دیا ہے غلط ہے۔

تنبیہہ

خاکی جان صاحب نے گویا دیوبندیوں کی جرح مان کر یہاں ابوداؤد کی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اب جب یہ راوی محمد بن اسحاق یہاں پر قابل احتجاج نہیں رہا۔ تو فاتحہ خلف الامام کی روایت میں بھی ناقابل احتجاج ہوگا۔ باقی ہمارے دعوی کا مدار صرف اس روایت پر نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت پر ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں :

"ابوابراھیم الاشھلی عن ابیه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صلی علی الجنازه قال اللھم اغفرلحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا و صغیرنا وکبیرنا وذکرنا وأنثانا۔ سنن ترمذی باب ما یقول فی الصلاۃ علی المیت۔

(۱۔۱۳۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میت پر نماز پڑھتے تو دعا "اللھم اغفرلحینا ومیتنا" پڑھتے اس میں صراحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا پر اکتفا فرماتے اور بس۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک روایت ہے۔ یہ اگرچہ موقوف ہے لیکن سندا" صحیح ہے۔

"وفی مؤطا مالک عمن سأل أبا هريرة كيف
يصلی علی الجنازة فقال أبوهريره أنا لعمر الله
أخبرک اتبعها من أهلها فاذا وضعت كبرت
وحمدت الله وصليت علی نبيه ثم أقول عبدک وابن
عبدک وابن أمتک کان يشهد أن لا اله إلا أنت وأن
محمدا عبدک ورسولک وأنت أعلم به أللهم إن كان
محسنا فزد فی حسناته وإن كان ميسئا فتجاوز عن
سيآته أللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنا بعده۔ فتح
القدير"۔ (۲-۱۲۶۔ وسندہ صحیح)

یعنی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیسے پڑھی جائے گی۔ تو ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس کو یوں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا بخدا میں تمہیں اس بارے مین ضرور بتادوں گا۔ میں گھر سے اس (جنازہ) کے ساتھ چلوں گا جب جنازہ رکھ دیا جائے تو تکبیر کہوں گا اور اللہ تعالیٰ کا حمد پڑھوں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں گا۔ اس کے بعد میں یہ کہوں گا۔ اللھم عبدک الخ دیکھئے یہاں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کا پورا نقشہ بتادیا کہ اس میں کیا کیا پڑھا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ابوداؤد کی روایت ضعیف بھی ہو تو کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ جس صحابی نے بھی نقل کیا ہے۔ اس نے صرف دعا ہی نقل کیا ہے۔ سورہ فاتحہ کا کسی ایک بھی صحیح حدیث میں ذکر نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہو۔

خاکی جان صاحب نے آگے رشید اشرف صاحب مرتب درس ترمذی کا

حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اخلاص دعا کا مطلب عدم فاتحہ نہیں لیا جا سکتا۔ حضرت ابوامامتہ رضی اللہ عنہ کی روایت مصنف عبدالرزاق میں بھی مروی ہے۔ (صفحہ ۵۶)۔

جواب : خاکی جان صاحب ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد نہیں کیونکہ سنت نبوی وہ ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علی الدوام مع الترک احیانا" ثابت ہو۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری زندگی میں ایک مرتبہ پڑھنا بھی کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اگر خاکی جان صاحب میں ہمت ہے تو پیش کرے باقی رشید اشرف صاحب کو اگر یہ اصول معلوم نہ ہوں اور انہوں نے مذہب کے خلاف لکھ دیا تو اس سے جنازہ میں سورہ فاتحہ کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

آگے خاکی جان صاحب نے عبدالباقی صاحب کے جواب پر کچھ اعتراضات کئے ہیں جن کی رکاکت اور بوداپن ظاہر ہے۔ اس لئے ہم اس سے تعرض نہیں کرتے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"سورہ فاتحہ بھی حمد وثناء ہے"۔ (۵۷)

جواب : خاکی جان صاحب آپ نے تو صفحہ ۵۳ پر فرمایا تھا کہ سورہ فاتحہ نماز ہے "یعنی نماز میں نماز پڑھی جائے" حقیقت یہ ہے کہ نہ آپ وہاں پر سمجھے اور نہ یہاں۔

سورہ فاتحہ پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے۔ (صفحہ ۵۸)

خاکی جان صاحب کا دھوکہ

حدیث کے الفاظ ہیں :

"أبشر بنورين أوتيتهما لم يؤتهما نبي قبلك فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة لن تقرأ بحرف منها إلا أعطيته' رواه مسلم' (صفحہ ۵۸)

یعنی آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا کیے گئے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو مل جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا اخیر چونکہ دعاؤں پر مشتمل ہے ان میں سے جو دعا بھی پڑھیں گے وہ دعا قبول ہو گی یہ ہے حدیث کا مطلب۔ لیکن خاکی جان صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس کے ساتھ یوں پیوند لگاتے ہیں۔

"یعنی ان کے پڑھنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں" (صفحہ ۵۸)

یہ معنوی تحریف ہے جو یہود کا طریقہ تو ہو سکتا ہے، مسلمانوں کا نہیں کیونکہ "لن تقرا بحرف منھا" کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں میں جو دعائیں ہیں۔ ان دعاؤں میں سے آپ جو دعا پڑھیں گے وہ دعا قبول ہو گی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے پڑھنے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں خاکی جان صاحب اپنا مطلب نکالنے کے لئے کیسا ہیرا پھیری سے کام لے رہا ہے۔ اور پھر یہاں سورہ بقرہ کے اخیر کا بھی ذکر ہے۔ خاکی جان صاحب صرف سورہ فاتحہ تو لیتے ہیں سورہ بقرہ کا نام بھی نہیں لیتے۔ تاکہ "افتؤمنون ببعض الکتاب" پر خوب عمل ہو جائے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"أفضل الدعاء الحمدلله"۔ (ترمذی ۔ صفحہ ۵۸)

جواب : الحمداللہ سے مراد سورہ فاتحہ نہیں ہے بلکہ تحمید ہے آگے لکھتے ہیں :

"چار صحابہ کرام اور ایک تابعی جناب مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ نے نماز جنازہ کے شروع میں سورہ فاتحہ کو سنت قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۵۸)

جواب : خاکی جان صاحب کو شاید سنت کی تعریف معلوم نہیں۔ خاکی جان صاحب سنت اس عمل کو کہتے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ اور کبھی ترک بھی کیا ہو۔ کوئی صحابی یا تابعی کسی ایسے عمل کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار نہیں دے سکتے۔ ہاں ان کی اپنی سنت تو ہو گی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہو گی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ ہو گی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ہمیشہ مع الترک احیانا" ثابت ہو۔ نیز حضرت مجاہدؒ کے بارے میں گذر چکا۔ کہ وہ خود نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اس تمام بحث سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے شروع میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے"۔ (صفحہ ۵۸)

جواب : خاکی جان صاحب! ذرا اپنی بحث کی خبر لیں۔ آپ کی بحث تو تہس نہس ہو چکی ہے۔ تو اس سے ثابت کیسے ہوا؟

خاکی جان کا وہم

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے اثر کبرت و حمدت اللہ وصلیت

علی نبیہ کے بارے میں خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اوپر گذر چکا ہے کہ حمد سے مراد سورۃ الفاتحہ ہے"۔

(۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب یہ محض آپ کا وہم ہے جو کہ باطل ہے۔ کسی صاحب ہوش نے یہاں حمد سے سورہ فاتحہ مراد نہیں لیا۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"اور نہ ہی اس اثر سے سورہ فاتحہ کی نفی ہوتی ہے"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب! جب پوری تعلیم میں سورہ فاتحہ کا ذکر تک نہیں کیا تو کیا یہ نفی نہیں ہے؟ کیا نہ ذکر کرنے کو آپ اثبات پر عمل کریں گے۔"ان هذا لشئی عجاب"

خاکی جان کا جھوٹ

آگے لکھتے ہیں :

" اس اثر کی وجہ سے جناب ابوهريرة رضی اللہ عنہ کو منکرین سورہ الفاتحہ فی الجنازہ میں شامل سمجھنا غلط ہے"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب نے فتح الباری سے نقل کیا ہے۔

"وهی من المسائل المختلف فيها ونقل ابن المنذر عن ابن مسعود والحسن بن علی و ابن الزبير و المسور بن مخرمة مشروعيتها وبه قال

الشافعي واحمد و اسحاق و نقل عن ابی هريرة و

ابن عمر ليس فيها قراءة وهو قول مالك والكو

فيين"۔ (فتح الباری ۳ر۲۰۳۔ صفحہ ۵۰)

اور خود ترجمہ بھی کیا ہے اور جناب ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ اور جناب ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ :

"نماز جنازہ میں قرات نہیں ہے۔" (صفحہ ۵۱)

خاکی جان صاحب آپ نے (صفحہ ۵۱) پر خود تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٖ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے۔ پھر یہاں پر انکار کیسے کرتے ہو؟ شاید وہی بات ہے۔

"دروغ گورا حافظہ نباشد"

آپ کے انکار سے کیا ہوتا ہے جب کہ بڑے بڑے اہل علم اس کا اقرار کرتے ہیں۔

"ابن المنذر اور حافظ ابن حجرؒ اور ابن بطالؒ

(۔دیکھئے عمدۃ القاری (۷۔۵۱)

خاکی جان صاحب ان جبال علم کے سامنے آپ کی دال نہیں گلے گی۔ سورج کے سامنے اپنے تیل کا دیا لانے کی کوشش نہ کرنا۔ لوگ سمجھیں گے پاگل ہے۔ ابن جریج کی روایت پر بحث گذر چکی ہے۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے اثر میں بھی خاکی جان کی تاویل کسی دلیل پر مبنی نہیں صرف دھوکہ ہے۔

عبداللہ بن عمر کے اثر "عن نافع أن عبدالله ابن عمر لا يقرأ في الصلاة على الجنازة" کے بارے میں خاکی جان صاحب لکھتے ہیں۔ اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ :

"جناب عبداللہ ابن عمر جنازہ میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔
لا یقراء وہ کیا نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کی بھی کوئی وضاحت
نہیں ہے"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : یہ بھی خاکی جان صاحب کا دھوکہ ہے خاکی جان صاحب ذرا اپنی اس کتاب کا صفحہ نمبر ۵۰ نکال کر حافظ ابن حجرؒ کی دی ہوئی عبارت پھر سے پڑھیں۔ اور پھر اپنا کیا ہوا ترجمہ بھی پڑھیں۔ وہاں آپ نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

"اور سورہ فاتحہ فی الصلاۃ مختلف فیہ مسائل میں سے ہے۔ اور ابن المنذر نے جناب عبداللہ بن مسعود جناب حسن بن علی جناب عبداللہ بن زبیر اور جناب مسور بن مخرمہ سے اس کی مشروعیت نقل کی ہے اور یہی امام شافعی، احمد بن حنبل، اور امام اسحاق بن راھویہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اور جناب ابوھریرہؓ اور جناب ابن عمر سے نقل ہے کہ نماز جنازہ میں قرات نہیں ہے۔" (صفحہ ۵۱)

حافظ ابن حجرؒ کی اس عبارت میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے اور نہ پڑھنے والوں کا ذکر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھا کا ذکر نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ پڑھنے والوں میں ہے۔ خاکی جان صاحب آپ کس منہ سے انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "لا یقرا" وہ نہیں پڑھا کرتے تھے اس کی بھی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ شاید یہ دروغ گو را حافظہ نباشد کے کرشمے ہیں۔

تضاد

آگے لکھتے ہیں :

"سورہ فاتحہ کے روایات مثبت ہیں جب کہ یہ اثر منفی ہے"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب کا تضاد ملاحظہ کریں۔ اس سے ایک سطر اوپر لکھتے ہیں

"اس اثر کو سورہ فاتحہ کی نفی میں پیش نہیں کیا جا سکتا"۔

(صفحہ ۵۹)

اور اس کے ایک سطر بعد اس اثر کو منفی قرار دے رہے ہیں۔ واقعی "دروغ گورا حافظ نباشد"۔

خاکی جان صاحب فرماتے ہیں :

"سورہ الفاتحہ کی روایات مثبت ہیں"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب! آپ نے سورہ فاتحہ فی صلاۃ الجنازہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث تو پیش نہیں کی۔ صرف چند صحابہ کرام کے آثار ہیں۔ اگرچہ اس میں بھی کلام ہے تاہم شاید آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اثبات و نفی کا تعارض صحابہ کرام کے آثار میں نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال میں ہوتا ہے۔ اور پھر صحابہ کرام کے اقوال تو آپ کے نزدیک سرے سے حجت ہی نہیں ہیں۔ تو نفی و اثبات کے تعارض سے آپ کو کیا؟

سوال : خاکی جان صاحب! آپ نے نفی و اثبات کے تعارض کا یہ اصل کسی آیت سے لیا ہے یا کسی حدیث سے؟ اگر ہے تو ذرا وہ آیت اور حدیث بیان کریں جس میں یہ ہو کہ جب نفی و اثبات میں تعارض ہو تو اثبات مقدم ہوتا

ہے۔ اور اگر آپ نے کسی امتی کے قول سے لیا ہے تو اس امتی کے اس قول پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پیش کریں اور اگر نہیں تو پھر آپ نے تقلید کی۔ جب کہ لامذہبوں کی دنیا میں تقلید شرک ہے کیوں خاکی جان صاحب ھل فہمت؟

خاکی جان صاحب کی بوکھلاہٹ

"خاکی جان صاحب فرماتے ہیں "مرفوع حدیث کے مقابلے میں صحابی کا اثر کوئی وزن نہیں رکھتا"۔ (صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب! آپ کس مرفوع حدیث کی بات کر رہے ہیں؟ وہ صحیح مرفوع متصل حدیث ہے کہاں؟ جس میں ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔ ہمت ہے تو پیش کریں۔ آپ کے پاس تو صحابہ کے چند آثار کے سوا کچھ ہے بھی نہیں۔ اور وہ بھی آپ کے ہاں حجت نہیں۔ خاکی جان صاحب بوکھلاہٹ میں پتہ نہیں کیا کیا فرما رہے ہیں۔

خاکی جان کا دھوکہ

خاکی جان صاحب لکھے ہیں :

" مفتی صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ متبع سنت تھے۔ اور واضح رہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رفع الیدین کی احادیث (گویا

عبداللہ بن عمرؓ سے رفع الیدین کی ایک نہیں بلکہ احادیث یعنی بے شمار احادیث مروی ہیں۔ راقم الحروف) درجہ تواتر تک پہنچی ہوتی ہیں۔(صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب!یہ کیسا تواتر ہے؟ کیا تواتر کی تعریف یہ ہے کہ جس حدیث کے وقف اور رفع میں اختلاف ہو۔ وہ متواتر ہوتی ہے؟ خاکی جان صاحب !متواتر کی یہ تعریف آخر کس نے کی ہے؟ دیکھئے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ مرفوع اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ موقوف سمجھتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے :

"عن نافع عن ابن عمر أنه كان إذا دخل فى الصلاة كبر و رفع يديه وإذا ركع و إذا قال سمع الله لمن حمده وإذا قام من الركعتين رفع يديه و يرفع ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أبوداؤد و الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع"۔

(ا۔۱۰۸)طبع ایچ ایم سعید۔

دیکھئے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ ابن عمر کا قول ہے مرفوع حدیث نہیں ہے۔ خاکی جان صاحب یہ مرفوع بھی نہیں اور متواتر بھی نہیں۔ نیز جب مرفوع نہیں تو موقوف ہوا۔ اور موقوف صحابی اور صحابی کا قول غیر مقلدوں کے ہاں حجت نہیں؟ جیساکہ شوکانی کے حوالے سے گذر چکا۔

خاکی جان صاحب کا ایک اور دھوکہ

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے۔"۔

(مسند حمیدی صفحہ ۵۹)

جواب : خاکی جان صاحب نے یہاں بھی دھوکہ سے کام لیا ہے۔ مسند حمیدی کی روایت میں "فی کل خفض و رفع" کا ذکر ہے۔ یعنی جو ہر اٹھنے بیٹھے میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ ان کو کنکریاں مارتے تھے چونکہ غیر مقلدین خود ہر اٹھنے بیٹھنے میں رفع الیدین نہیں کرتے۔ اس لئے اس کو چھپایا۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ اگر عبداللہ بن عمرؓ غیر مقلدین کی رفع الیدین کو دیکھتے تو شاید ان کو سنگسار کرتے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جناب خاکی جان صاحب اپنے لامذہبوں میں سے کتنوں کو ہر اٹھنے بیٹھنے میں رفع الیدین نہ کرنے پر کنکریاں مارنا شروع کرتے ہیں اور خود خاکی جان صاحب کو کون کنکریاں مارنا شروع کرتا ہے؟ رفع الیدین کے بارے میں غیر مقلدین کا جھوٹ ہمیشہ مبالغہ آرائی پر مبنی ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ رفع الیدین کے بارے میں چار سو صحابہ سے روایات ہیں۔ حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو دکھادے۔ بعض اس سے ذرا تنزل کر کے کہتے ہیں کہ جی رفع الیدین میں پچاس صحابہ سے روایات ہیں۔ لیکن اس میں بھی یہ دھوکہ دیتے ہیں ہم کہتے ہیں پچاس صحابہ سے رفع الیدین کی روایات ضرور ثابت ہیں لیکن کون سی رفع الیدین کے بارے میں؟ کیا قبل الرکوع بعد الرکوع کی رفع الیدین کے بارے میں؟ نہیں بلکہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کے بارے میں۔ اور اس کی تصریح خود غیر مقلد شوکانی نے نیل الاوطار میں اور غیر مقلد صنعانی نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں کی ہے۔ گویا دھوکہ دہی غیر مقلدین کی میراث ہے۔ خاکی جان صاحب نے

اسی میراث میں ملا ہوا دھوکہ یہاں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ابن عمرؓ سے کنکریاں مارنا ثابت ہے۔ لیکن فی کل خفض و رفع یعنی ہر اٹھنے بیٹھنے پر رفع الیدین نہ کرنے پر اور غیر مقلدین اس کو مطلقاً" ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگ دھوکے میں پڑ کر اس سے قبل الرکوع وبعد الرکوع والی رفع الیدین مراد لیں۔ دیکھئے یہ لوگ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کو رفع الیدین کے لئے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں بین السجدتین کے رفع الیدین کا بھی ذکر ہے۔ نیز غیر مقلد ناصرالدین البانی صاحب نے اپنی کتاب "صفتہ الصلاۃ" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ رفع الیدین بین السجدتین کی روایت دس صحابہ سے مروی ہے۔ لیکن یہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے یہ کیوں؟ حالانکہ یہ تو "افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" کی صورت ہے۔ اسی طرح ایک کپڑے میں نماز گیارہ سے بھی زیادہ صحابہ سے ثابت ہے۔ لیکن یہ لوگ صرف ایک تبان یعنی جانگیا پہن کر اس میں نماز نہیں پڑھتے۔ کیوں یہ حدیث نہیں ہے؟ اسی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ لوگ بھی اس کو سنت سمجھ کر کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتے۔ عجیب بات ہے۔ صحابی سے ثابت عمل کو تو یہ لوگ سنت نبوی بنانے کے لئے ابن عبدالبر وغیرہ کی تقلید کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت عمل کو سنت نہیں مانتے۔ اس طرح صحیح بخاری کتاب التفسیر میں "باب قول اللہ تعالیٰ "نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم" کے تحت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس سے عورت سے وطی فی الدبر مراد ہے۔ غیر مقلدین بھی اس کو سنت نہیں سمجھتے۔ دوسروں پر الزام لگانے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ باری عقلمندی کا کام نہیں ہے۔

تضاد ہی تضاد

" خاکی جان صاحب نے پہلے لکھا تھا' کہ عبداللہ بن عمرؓ کا اثر سورہ فاتحہ کی نفی میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔" (صفحہ ۵۹)

اور پھر اسی سطر کے نیچے اس کا اپنے زعم کے اعتبار سے تعارض ثابت کیا اب یہاں پر رقم طراز ہیں کہ :

" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے ہو گی اور اس کے خلاف کسی صحابی کا اثر آئے گا تو نبی علیہ السلام کی سنت کی اتباع ہو گی۔ اور صحابی کے اثر کو ترک کر دیا جائے گا۔

صفحہ ۶۰)

جواب : خاکی جان صاحب! جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر آپ کے زعم کے مطابق سورہ فاتحہ سے متعلق نہیں ہے۔ تو سنت نبوی کے خلاف کیسے ہوئی؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں سنت نبوی تو درکنار صرف ایک مرتبہ بھی کسی صحیح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں اور جب یہاں سنت کا نام و نشان تک نہیں۔ تو صحابی کا اثر سنت کے خلاف کیسے ہوا؟

خاکی جان صاحب آگے مثال دیتے ہیں کہ ملک شام کے ایک شخص نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے بارے میں دریافت کیا تو جناب ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا۔ کہ آپ کے والد محترم (عمر فاروقؓ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اسے کہا ہو تو تمہارا خیال ہے ؟ میرے والد کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی۔ ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا جامع الترمذی ابواب الحج۔ معلوم ہوا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سامنے ہو۔ تو پھر کسی کی بھی اتباع نہیں ہو سکتی۔

(صفحہ ٦٠)

جواب : خاکی جان صاحب کا کہنا بالکل بجا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی اور کی اتباع نہیں ہو گی لیکن بات یہ ہے کہ سنت اس عمل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو مع الترک احیانا" یعنی کبھی چھوٹا بھیٔ ہو۔ جب کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ۔ہاں اگر خاکی جان صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے پڑھنا ثابت کرے تو ہمارا بھی "ماکنت لا دع سنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقول احد (صحیح بخاری) اور "لو ترکتم سنة نبیکم لضللتم" پر ایمان ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار لوگوں پر نماز جنازہ پڑھی ہے۔ کسی ایک نماز جنازہ میں بھی صحیح حدیث کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ تو جو لوگ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے نہ ان کی نماز سنت کے خلاف ہے۔ اور نہ وہ تارک السنہ ہوئے۔ اور جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

"وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں کہ :

"کسی شخص کے انکار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا انکار نہیں ہو سکتا"۔ (صفحہ ۶۱)

جواب : خاکی جان صاحب! سنت ثابت بھی تو ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت بھی تو ہو۔ پھر کسی کے انکار سے اس سے انکار نہیں ہو سکتا لیکن یہاں تو معاملہ ہی دگرگون ہے۔ یہاں سنت ہونا تو درکنار پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اور ہم نے پیچھے (خاکی جان صاحب! پہلے یا آگے یا پیچھے؟) واضح کیا کہ لوگوں نے واضح سنتوں کا انکار کیا ہے"۔ (صفحہ ۶۱)

جواب : ہم نے بھی آپ کی وضاحتوں میں آپ کا دھوکہ اور فریب واضح کیا ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اگر عید کا چاند دیکھنے کی گواہی صرف دو ثقہ آدمی دے دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں دس کروڑ انسان یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان دو ثقہ آدمیوں کی گواہی کو مانا جائے گا۔" (صفحہ ۶۱)

جواب : خاکی جان صاحب آپ کی یہ بات بالکل بجا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ثقہ تو کیا کسی ایک ثقہ نے بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اور نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے کا حکم دیا ہو نماز جنازہ میں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا سرے سے ثابت ہی نہیں تو آپ نے جو
مثال دی ہے اس کا اس مسئلے سے کیا تعلق؟ یہ تو وہی بات ہوئی من چہ می
گویم وطنبورہ خاکی جان چہ می سراید۔ پشتو کی مثال ہے "وھم دِکوم
ځائی، وډب دِکوم ځای خیژی" امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ کے رہنے
والے ہیں۔ آپ نے مدینہ کے شیوخ سے علم حاصل کیا۔ امام مالکؒ بھی نماز
جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں۔ کیونکہ اس بارے میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ امام مالکؒ ایسے
موقع پر تعامل اھل مدینہ کو دیکھتے ہیں یعنی کہ مدینہ والوں کا اس بارے میں عمل
کیا ہے؟ اگر اھل مدینہ والوں کا کسی کام پر تعامل ہوتا تو امام مالکؒ اسی کو لیتے تھے
اور یہ تعامل سند سے مضبوط حیثیت رکھتا ہے کیونکہ سند کے راویوں کو وہم ہو
سکتا ہے جب کہ تمام اہل مدینہ والوں کو اول سے لے کر آخر تک بظاہر وھم
نہیں ہو سکتا پھر امام مالکؒ کہیں چودھویں پندرھویں صدی کے آدمی نہیں ہے۔
بلکہ دوسری صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ صحابہ سے تو ملاقات ثابت نہیں لیکن
تابعین سے ملاقات بھی ثابت ہے۔ اور ان سے علم بھی لیا ہے۔ پھر مدینہ والے
کہیں چھچھ یا دامان کے "دامانوی" نہیں تھے بلکہ سب مدنی تھے اور انصار اور
مھاجرین کی اولاد تھے اور اہل علم تھے لہٰذا ان کا کسی عمل پر یا اس کے ترک پر
اتفاق کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے لیکن خاکی جان صاحب بزعم خود امام مالکؒ
سے سنت نبوی کے زیادہ شناسا ہیں کہتے ہیں امام مالکؒ کا قول یا عمل اہل المدینہ
حجت نہیں ہے۔ حجت ودلیل صرف دو چیزیں ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ (صفحہ ٦١)

جواب : یہ عجیب بات ہے کہ خاکی جان صاحب امام مالکؒ کے قول کو حجت نہیں
مانتے۔ لیکن امام مالکؒ کے ایک مقلد ابن عبد البرؒ اور امام مالکؒ کے ایک شاگرد

امام شافعیؒ کا مرجوع عنہ قول حجت مانتے ہیں۔ اس مسئلے میں جب کہ صحابی مطلقاً" لفظ سنت کہے تو اس سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا اور وہاں ہم نے لکھا تھا کہ اس مسئلے پر اجماع ثابت نہیں ہے۔ احناف کا اس میں اختلاف ہے۔ اور امام طحاویؒ اور شمس الائمہؒ سرخسی کے حوالے سے ہم نے لکھا تھا۔ کہ جب صحابی مطلقاً" لفظ سنت کہے تو اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوتی۔ اور وہاں ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ امام شافعیؒ کا قدیم قول ہے۔ جدید قول نہیں ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں :

روی عن الشافعی أنه قال ربما نجد لفظ السنة من الصحابی ولکنه لا یوجد تحته مرفوعا" بل استنباطه و اجتهاده اه عرف الشذی علی هامش الترمذی۔(صفحہ ۱۔۱۹۹)

یعنی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ کسی صحابی نے لفظ سنت کہا ہے۔ حالانکہ اس کے تحت کوئی مرفوع حدیث نہیں ہوتی بلکہ اس صحابی کا اجتہاد و استنباط ہوتا ہے۔ اور اس کے کچھ نظائر پہلے گذر چکے ہیں۔ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تو "اقعاء" کو سنة نبیک کہا۔ حالانکہ سنت اقعاء نہیں ہے۔ بلکہ افتراش ہے۔ امام شافعیؒ کا یہ قول قدیم ہونے کی تصریح علامہ زین الدین العراقیؒ نے بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں :

"وحکی الداودی فی شرح مختصر المزنی أن الشافعی رضی الله عنه کان فی القدیم یقول إن ذلک مرفوع إذا صدر من الصحابی أو التابعی ثم رجع عنه لانهم قد یطلقونه ویریدون سنة البلد اه

التقیید والإیضاح... شرح مقدمه ابن الصلاح

صفحه ٦٨)

وکذا فی شرح الفیة العراقی (۱-۱۳۷)

نیز شرح الفیتہ العراقی میں لکھتے ہیں :

"بخلاف "من السنة" لاحتمال إرادة سنة

الخلفاء الراشدین وسنة البلد وهذه الاحتمال وإن

قیل فی الصحابی فهو فی التابعی أولی۔"

(۱-۱۳۷)

بہرحال یہ امام شافعیؒ کا مرجوع عنہ قول ہے۔ اور شرح الفیہ عراقی سے بھی معلوم ہوا کہ لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد لینا متعین نہیں ہے۔ لیکن قربان جائیے۔ خاکی جان صاحب کے کہ وہ آنکھیں بند کر کے اس سے سنت نبوی متعین کرتے ہیں۔ خاکی جان صاحب کہتے ہیں کہ حجت و دلیل صرف قرآن اور حدیث ہے۔ اب معلوم نہیں کہ خاکی جان صاحب امام شافعیؒ کے مرجوع عنہ اور ابن عبدالبرؒ کے قول کو قرآن کا مرتبہ دیتے ہیں۔ العیاذباللہ یا حدیث کا؟ خاکی جان صاحب! شاید " : لم تقولون مالا تفعلون" آیت کبھی نظر سے نہیں گذری۔

سوال : مدینہ منورہ میں جو لوگ فوت ہوئے اور ان کی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی، اور بقیع میں دفن ہوئے۔ کیا وہ بغیر جنازہ کے دفن ہوئے۔ ان کا کیا حکم ہے؟

خاکی جان صاحب آیت :

"فإن تنازعتم فی شئ فردوه إلی الله

والرسول"۔ (صفحہ ۶۱) ذکر کرتے ہیں۔

جواب : خاکی جان صاحب! اس آیت کی خلاف ورزی تو پہلے آپ نے کی کیونکہ لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد لینا اختلافی مسئلہ ہے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اس مسئلے کو یا کتاب اللہ سے حل کر دیتے یا حدیث نبوی سے۔ لیکن آپ نے خود یہاں آیت پر عمل چھوڑتے ہوئے امام شافعیؒ کا قدیم مرجوع عنہ قول اور ابن عبدالبرؒ کے قول کی طرف رجوع کیا، وہی بات ہوئی "چور مچائے شور"۔

"چہ دلاور ست وزدے کہ بکف چراغ دارد"

کیا وہاں یہ آیت آپ کو یاد نہیں آئی؟

"لم تقولون ما لا تفعلون"

آگے خاکی جان صاحب نے امام مالکؒ کے کچھ اقوال نقل کئے ہیں۔

(صفحہ ۶۲)

جواب : خاکی جان صاحب امام مالکؒ کا قول صرف اس لئے پیش کیا تھا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا نہ پڑھنا امام مالکؒ اور پورے اہل مدینہ کا عمل تھا ہم نے ان کی تقلید نہیں کی۔ بلکہ ان کے قول کو اپنی تائید میں پیش کیا۔ کیونکہ ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

خاکی جان صاحب کا ایک زبردست مغالطہ

مولوی عبدالباقی صاحب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر پیش کیا تھا جس میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے۔ خاکی جان صاحب نے اس پر حاشیہ آرائی فرماتے ہوئے اس کو مجمل اثر قرار دیا۔ (صفحہ ۶۲۔۶۳)

خاکی جان صاحب! یہ مغالطہ دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ عبداللہ بن عباسؓ کی

جس روایت میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے گویا اس سے سنت نبوی ثابت ہوتی ہے اور یہ مجمل اثر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ عبداللہ بن عباسؓ کی جس روایت میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے وہ صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ سنت نبوی نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ یہ صرف صحابی کا عمل ہے اور صحابہ کا قول و عمل غیر مقلدین کے ہاں حجت نہیں۔

خاکی جان صاحب کے مغالطے ہی مغالطے

مولوی عبدالباقی نے عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر پیش کیا تھا :

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یوقت فیھا قولا ولا قراءۃ اھ مغنی ابن قدامہ"۔ (صفحہ ۶۴)

اس پر خاکی جان صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت میں شریک القاضی ہے۔ جو کہ ضعیف ہے۔

جواب : خاکی جان صاحب اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بالکل حقیقت ہے کہ نماز جنازہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ فاتحہ پڑھنا نہ خود صحیح حدیث سے ثابت ہے اور نہ کسی اور کو بتایا ہے کہ آپ پڑھیں۔ البتہ دعا ثابت ہے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں "یہ تحقیق ہمارے استاد محترم جناب زبیر علیزی صاحب کی ہے۔ (صفحہ ۶۴)

جواب : اگر خاکی جان صاحب، کسی کی تحقیق لیں۔ تو یہ بالکل جائز اور اگر عبدالباقی صاحب مولانا محمد امین اوکاڑوی صاحب مدظلہ العالی کی تحقیق لے۔ تو وہ

عار۔ نیز اسی شریک کے طریق سے خود بھی استدلال کیا ہے کمامر۔

تضاد

خاکی جان صاحب !عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر کے بارے میں فرماتے ہیں :

"اس روایت سے فاتحہ فی الجنازہ کی نفی ثابت کرنا مفتی صاحب کا کمال ہے۔ کیونکہ اس میں قرات کے ساتھ ساتھ قول یعنی دعا اور درود کی نفی بھی ثابت ہو رہی ہے۔

(صفحہ ۶۴)

حالانکہ خاکی جان صاحب نے اس کا جو ترجمہ ذکر کیا ہے :

"جناب، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے نماز جنازہ میں کوئی قرات اور قول مقرر نہیں کیا گیا۔ تکبیر کہو جب امام تکبیر کہے اور زیادہ اچھی بات (عمدہ دعا) کہو۔"

(صفحہ ۶۴)

دیکھئے اس تضاد کو، ترجمہ میں دعا ثابت کر رہے ہیں اور یہاں آکر کہتے ہیں دعا کی نفی ہوتی ہے۔ خاکی جان صاحب! "واکثر من طیب الکلام" سے دعا کی نفی نہیں بلکہ اثبات ہی ہو رہا ہے۔ آپ اس اثر کی عبارت کو پھر سے دیکھیں۔

خود سمجھ میں نہ آئے تو کسی سے پوچھ لیں شرمانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ "انما شفاء العی السوال"

خاکی جان صاحب! آگے لکھتے ہیں :

"اس سے قرات کی نفی نہیں ہوتی"۔ (صفحہ ۶۴)

جواب : پھر "لم یوقت لنا فی الصلاۃ علی المیت قراءۃ" کے کیا معنی ہوئے کیا نفی کا ترجمہ اثبات میں کیا جائے گا؟

خاکی جان صاحب آگے فرماتے ہیں :

"اور یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہے کہ جو ہم نے روائیت کی ہیں۔ اس لئے کہ مثبت منفی پر مقدم ہوتا ہے"۔ (صفحہ ۶۵)

جواب : اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث کے ساتھ تو سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا ثابت نہیں۔ البتہ کچھ صحابہ کے آثار ہیں جس سے اس مسئلہ میں اختلاف کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر " کا حوالہ خود خاکی جان صاحب نے دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خاکی جان صاحب ابھی فرما رہے تھے کہ اس سے قرات کی نفی نہیں ہوتی۔ اور اب تعارض ثابت کر رہا ہے۔ یہ تضاد در تضاد نہیں تو اور کیا ہے؟

سوال : خاکی جان صاحب! مثبت کی تقدیم منفی پر۔ کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ آپ کے نزدیک تو دلائل صرف یہی دو ہیں۔ پھر یہ حکم آپ نے کہاں سے لیا؟ اگر آیت یا حدیث سے لیا ہے تو وہ ذکر کریں اور اگر کسی کی تقلید کی ہے تو لامذہبوں کی دنیا میں تو تقلید شرک ہے۔ بینوا توجروا۔

خاکی جان صاحب ابن قدامہؒ کا قول :

"فان قراءۃ الفاتحۃ واجبۃ فی صلاۃ الجنازہ"۔(صفحہ ۶۵) نقل کرتے ہیں۔

جواب : خاکی جان صاحب! جب سورہ فاتحہ کا نماز جنازہ میں پڑھنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح حدیث کے ساتھ ثابت نہیں تو واجب کیسے ہوا؟ پہلے آپ اس کا سنت ہونا تو ثابت کریں۔ واجب دور کی بات ہے۔ کیونکہ واجب تب ہوتا ہے کہ ہمیشہ پڑھی ہو اور کبھی بھی ترک نہ کی ہو کیا آپ ایک امتی کے قول سے واجب ہونا ثابت کرتے ہیں۔ یہ تو بد ترین تقلید ہوئی۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ نماز جنازہ میں کوئی قرات اور دعا مقرر نہیں کی گئی۔" (صفحہ ۶۵)

جواب : خاکی جان صاحب اگر آپ اس اثر کا ترجمہ جو آپ نے درج کیا ہے دیکھ لیتے اور اس کو سمجھ بھی لیتے تو اتنا لمبا چکر کاٹنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ ترجمہ ایک بار پھر دیکھیں۔ اس میں یہی ہے "کہ کوئی قرات اور قول مقرر نہیں کیا گیا ہے۔

خاکی جان صاحب کی جہالت

خاکی جان صاحب نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے :

"کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعا
و خمسا و اربعا۔"

آگے لکھتے ہیں :

"اب دیکھتے ہیں کہ مفتی صاحب اپنے جنازوں میں
اس پر بھی عمل کرتے ہیں یا نہیں۔" (صفحہ ٦٦)

جواب : یہ خاکی جان صاحب کی بے علمی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :

"قال ابن عبدالبر و انعقد الاجماع بعد
ذلک علی أربع و اجمع الفقھاء وأھل الفتوی
بالأمصار علی أربع علی ماجاء فی
الأحادیث الصحاح وما سوی ذلک عندھم
شذوذ لا یلتفت إلیہ"۔ (نووی شرح مسلم، ا-۳۰۹)

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس کے بعد چار تکبیرات پر اجماع منعقد ہوا ہے فقھاء اور ہر شہر کے اھل فتوی نے اس پر اجماع کیا ہے جیساکہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ شاذ ہے۔ اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ امام محمدؒ نے کتاب الاثار میں اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا ہے۔

"عن ابراھیم أن الناس کانوا یصلون علی
الجنائز خمسا و ستاوأربعا حتی قبض النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ثم کبروا بعد ذلک فی ولایۃ
أبی بکرحتی قبض أبوبکر رضی اللہ تعالی

عنه ثم ولی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی
عنه ففعلوا ذلک فی ولا یته فلما رأی ذلک عمر
بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه قال إنکم
معشر أصحاب محمد صلی اللہ علیه وسلم متی
ما تختلفون یختلف من بعدکم والناس حدیث
عهد بالجاهلیة فاجمعوا علی شئ یجتمع به من
بعدکم فاجمع رأی أصحاب محمد صلی اللہ
علیه وسلم أن ینظروا آخر جنازة کبر علیها
النبی صلی اللہ علیه وسلم حین قبض فیأخذون
به فیرفضون به ما سوی ذلک فنظروا فوجدوا
آخر جنازة کبر علیها رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم أربعا" قال محمد وبه نأخذ وهو قول
أبی حنیفة رحمه اللہ تعالی۔" (کتاب الاثار صفحہ ۴۹)

ابراھیم نخعی رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ کرامؓ) جنازوں میں پانچ تکبیریں بھی پڑھتے اور چھ اور چار بھی۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی پھر ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی معاملہ ایسا ہی رہا۔ یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اور ان کے زمانے میں بھی اسی پر عمل تھا جب حضرت فاروق اعظمؓ نے دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ اگر آپ میں اختلاف رہا۔ تو آپ کے بعد آنے والوں میں بھی

اختلاف رہے گا اور حال یہ ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت کے قریب ہے۔ اس لئے آپ کسی ایک بات پر اتفاق کریں تاکہ آپ کے بعد لوگ اس پر متفق ہو جائیں۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ کا اس پر اتفاق ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ آخری نماز جنازہ دیکھی جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے پڑھائی ہو۔ تو اس کو لیا جائے گا اور باقی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جب دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کی جو آخری نماز جنازہ پڑھائی تھی ۔اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہی تھیں امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں ہم بھی یہ لیتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اس تصریح سے معلوم ہوا کہ چار تکبیرات پر اجماع ہے لیکن خاکی جان صاحب اس اجماع سے بے خبر ہونے یا آنکھیں بند کر کے عبداللہ بن مسعودؓ کے مذکورہ بالا اثر پر اجماع کے خلاف عمل کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

مولوی عبدالباقی صاحب نے لکھا تھا کہ "ان تمام آثار و روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے زمانے میں سوائے چند افراد کے جمہور کا قول یہی رہا ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ بہ نیت قرات صحیح نہیں ہے۔ خاکی جان صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

> "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔" (صفحہ ٦٦)

جواب : خاکی جان صاحب آپ نے ابھی تک ایک بھی صحیح روایت سے پوری زندگی میں ایک مرتبہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ

میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں کیا تو سنت کیسے ہوئی؟

آگے لکھتے ہیں :

"اس کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اگر مفتی صاحب میں ہمت ہے تو وہ صحیح سند کے ساتھ کوئی ایک روایت بھی ایسی پیش کردیں کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا، اور الحمد للہ ایسی کوئی روایت ذخیرہ کتب میں موجود نہیں ہے۔" (صفحہ ٦٦)

جواب : چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

خاکی جان صاحب! دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے مدعی آپ ہیں۔ دلیل پیش کرنا آپ کے ذمہ ہے۔ نفی کرنے والے کے ذمہ دلیل نہیں ہوتی۔ خاکی جان صاحب! ہم تو یہ کہتے کہتے تھک گئے کہ اگر خاکی جان صاحب میں واقعی ہمت اور جرات ہے۔ تو وہ صحیح سند کے ساتھ صرف ایک ہی روایت پیش کرے۔ جس میں ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی ہے یا پڑھنے کا حکم دیا ہے اور الحمد للہ پورے ذخیرہ کتب میں قیامت تک تمہیں ایسی کوئی روایت نہیں ملے گی۔ انشاء اللہ تعالی۔ خاکی جان صاحب آپ اپنا فریضہ دوسروں کے سر تھوپ رہے ہیں۔ ماشاء اللہ چشم بددور۔

صحابہ کرامؓ پر خاکی جان صاحب کا جھوٹ

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

" البتہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سورہ فاتحہ فی الجنازہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیتی ہے۔"

(صفحہ ٦٧)

جواب : خاکی جان صاحب! آپ ایمانداری سے کہیں کہ کیا کسی ایک صحابی نے بھی یہ کہا ہے۔ کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے؟ جماعت تو چھوڑیے۔ صرف ایک صحابی کا نام بتادیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ سورہ فاتحہ فی صلاۃ الجنازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے خاکی جان صاحب! صحابہ کرام پر جھوٹ نہ بولیں۔ باقی رہا مطلق لفظ "سنت" تو اس سے آپ کا استدلال غلط اور باطل ہے۔ خاکی جان صاحب! ذرا خدا کا خوف کریں عام لوگوں پر جھوٹ بولنا بدترین گناہ ہے۔ اور آپ اس امت کی مقدس ترین ہستیوں پر جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ ایسی کوئی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہ لگائیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ پوری زندگی میں صرف اور صرف ایک مرتبہ بھی ثابت نہ ہو۔ اس لئے کہ صحیح حدیث میں ہے :

"من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار"

خلفاء راشدین پر جھوٹ

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"خلفاء راشدین اور دوسری صحابہ کرام سے بھی
سورہ فاتحہ فی الجنازہ کی نفی ثابت نہیں ہے۔" (صفحہ ٦٧)

جواب : خاکی جان صاحب آپ کو چاہئے تھا کہ ان سے صحیح سند کے ساتھ پڑھنا ثابت کرتے۔ اثبات مدعی کے ذمہ ہے اور مدعی آپ ہیں۔ اگر آپ کے زعم کے مطابق نفی ثابت نہیں۔ تو آپ صحیح سند کے ساتھ اثبات ثابت کریں۔ کیونکہ اثبات آپ کے ذمہ ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کے اثر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

"اس سے اتنی بات ثابت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں
نہیں پڑھتے تھے۔ اور یہ روایت واضح بھی نہیں ہے۔" (صفحہ ٦٧)

جواب : خاکی جان صاحب کا یہ مغالطہ حافظ ابن حجرؒ کی عبارت سے جو کہ خاکی جان صاحب نے خود صفحہ ۵۰ پر نقل کی ہے۔ ہم نے پہلے الم نشرح کیا ہے والحمد للہ علی ذلک۔

جمہور امت پر جھوٹ

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"جمہور امت سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہے۔"

(صفحہ ٦٧)

جواب : جمہور کے پڑھنے کا دعوی بلا دلیل ہے صرف چند صحابہ کا ذکر آتا ہے۔ اور صحابہ کا قول آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ لہٰذا اس کو جمہور کہنا جمہور کا معنی نہ جاننے کی علامت ہے

دھوکہ

آگے لکھتے ہیں :

"آپ کے پاس فاتحہ کی نفی کی ایک دلیل بھی موجود نہیں ہے۔" (صفحہ ٦٧)

جواب : یہاں بھی دھوکہ سے کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے اور دلیل بقول آپ کے صرف قرآن و حدیث ہے۔ آپ نے نہ آیت پیش کی اور نہ حدیث صحیح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ سوائے چند صحابہ کے آثار۔ اور صحابہ کے اقوال آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ جیسا کہ شوکانی صاحب کا حوالہ گذر چکا ہے۔ باقی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رجوع ثابت ہو یا نہ ہو۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ صحابی کا قول آپ کے نزدیک سرے سے حجت ہی نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا آپ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں کر سکتے۔ خاکی جان صاحب آپ صرف اس چیز کو دلیل میں پیش کریں۔ جو آپ کے نزدیک حجت ہو۔ اور وہ صرف قرآن اور حدیث ہے۔ فقط۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"سورہ فاتحہ کے بارے میں ہم نے اوپر جو روایت نقل کی ہے۔ وہ الحمدللہ سب کی سب صحیح ہیں۔" (صفحہ ٦٨)

جواب : ان میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سنداً صحیح ہے۔ لیکن اس سے سنت نبوی مراد لینا متعین نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو اقعاء کو بھی سنت قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ قعدہ کی سنت افتراش ہے

اسی طرح حاجی کا صرف طواف کرنے سے حلال ہونے کو سنت فرما رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سنت نہیں ہے۔ اس لئے اس سے سنت نبوی مراد لینا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں ہے۔ خاکی جان صاحب کا سب روایات کو جو کہ درحقیقت آثار ہیں۔ صحیح کہنا بھی درست نہیں جیساکہ بحث اس پر گذر چکی ہے۔

خاکی جان صاحب کا ڈینگ مارنا

لکھتا ہے :

"ضعیف روایات کو ثبوت کے طور پر پیش کرنا صرف حنفیوں کا کام ہے۔" (صفحہ ۶۸)

جواب : آپ نے جو روایات ثبوت میں پیش کی ہیں اس پر کلام ذرا دوبارہ ملاحظہ فرمائیں تو حقیقت کھل جائے گی۔ باقی تراویح کے مسئلے میں ہم عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث سے استدلال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔ البتہ تعامل امت چونکہ بیس رکعت پر ہے اور حرمین شریفین میں تاحال بیس ہی رکعت تراویح پڑھائی جاتی ہے اس لئے احناف کا بلکہ مذاہب اربعہ کا موقف اس بارے میں نہایت مضبوط ہے۔ ذرا اپنی آٹھ رکعت تراویح کے دلائل کا جائزہ لیں انصاف کے ساتھ تو پتہ چل جائے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"یہ عن عائشہ کی گیارہ رکعت والی حدیث کے بھی خلاف ہے۔" (صفحہ ۶۹)

جواب : خاکی جان صاحب! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رمضان اور غیر رمضان دونوں کا ذکر ہے۔ حالانکہ تراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی۔ پھراس پر کوئی دلیل نہ کتاب سے ہے اور نہ حدیث سے کہ ایک نماز رمضان میں تو تراویح کہلائے۔ اور غیر رمضان میں تہجد کہلائے اگر خاکی صاحب میں ہمت ہے۔ تو دلیل پیش کرے۔ اور وہ بھی صرف قرآن یا حدیث سے۔ کیونکہ ان کے نزدیک دلائل صرف یہ دو ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۶۱ پر انہوں نے لکھا ہے۔ نیز سارا سال غیر مقلدین چیختے چلاتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہے اب اگر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کریں تو ایک رکعت وتر نکال کر باقی دس رکعت بچ جاتے ہیں۔ تو پھر آپ لوگ دس رکعت تراویح کیوں نہیں پڑھتے؟ کبھی کہتے ہیں کہ وتر پانچ رکعت ہیں کبھی کہتے ہیں ساتھ رکعت ہیں اگر وتر پانچ یا سات رکعت ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے اعتبار سے تراویح چھ یا چار رکعت بن جاتی ہیں۔ تو آٹھ پھر بھی نہیں ہوتی۔

کیوں خاکی جان صاحب! ایسی کوئی حدیث موجود ہے۔ کہ سارا سال وتر ایک رکعت پڑھو۔ اور صرف رمضان میں تین رکعت پڑھو۔ اگر ایسی کوئی حدیث موجود ہو تو از راہ کرم ہمیں بھی بتا دیجئے۔ نیز حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں چار چار رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔ جب کہ غیر مقلدین دو دو رکعت پڑھتے ہیں۔ کیا یہ اس حدیث پر عمل ہوا یا حدیث نفس پر؟

صفحہ ۷۰ پر صحابی کے قول یا فعل کے حجت ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک کسی بھی صحابی کا

قول و فعل حجت نہیں ہے۔ شوکانی کا حوالہ گذر چکا ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

غیر سنت کو سنت کہنا

"ہم نے ثابت کیا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کو لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے۔" (صفحہ ۷۰)

جواب : خاکی جان صاحب! آپ کے نزدیک چونکہ دلائل صرف قرآن و حدیث ہے۔ اور کسی حکم کا اثبات آپ کے نزدیک صرف قرآن یا حدیث سے ہوگا۔ اور آپ نے ابھی تک اس بات پر کہ صحابی جب لفظ "سنت" کہے اس سے سنت نبوی ہی مراد ہوتی ہے۔ نہ تو کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ کوئی حدیث۔ تو پھر آپ کس منہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے ثابت کیا۔ ہاں اگر ابن عبدالبرؒ اور امام شافعیؒ کے مرجوع عنہ قول کو آپ یہ درجہ دیتے ہوں۔ تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ اس اثبات میں آپ بری طرح ناکام رہے ہیں۔ آپ نے جن روایات کو شواہد کا درجہ دیا ہوا ہے۔ وہ خود محتاج بیان ہیں۔ کیونکہ ان میں بھی لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد ہونے پر آپ نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ خاکی جان صاحب! یہ دھوکہ ہے۔ غیر ثابت کو ثابت کہنا جھوٹ، فریب اور دھوکہ ہے۔ ہم یہی کہیں گے :

"دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا"

خاکی جان صاحب کا ایک اور دھوکہ

لکھتے ہیں :

"کسی ایک صحابی سے بھی سورہ فاتحہ فی الجنازۃ کی
مخالفت مروی نہیں ہے۔" (صفحہ ۷۰)

جواب : مخالفت تب ثابت ہوتی ہے کہ ایک کام ثابت ہو اور کوئی اس کو نہ کرے تو کہتے ہیں کہ اس نے مخالفت کی۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایک جنازہ میں بھی پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ تو اب پڑھنا تو مخالفت ہو گی۔ نہ پڑھنا مخالفت نہ ہو گی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ تو نہ پڑھنا موافقت ہو گی اور اس پر دلیل کا مطالبہ کرنا خاکی جان صاحب جیسے دانشمندوں کا کام ہے۔

خاکی جان صاحب ہمیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مرتبہ و مقام الحمد للہ خوب معلوم ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ کیا لفظ "سنت" سے سنت نبوی مراد ہے؟ اس پر آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سوائے ابن عبدالبرؒ کی تقلید کے۔ خاکی جان صاحب دلیل سے تہی دست ہیں۔ لیکن دعوی ہے کہ ہم نے ثابت کیا۔ واقعی کسی نے خوب کہا ہے :

"لڑتے ہیں اور ہاتھوں میں تلوار نہیں ہے"

دھوکہ کا اعادہ

خاکی جان صاحب بار بار اس دھوکہ کو دھرا رہے ہیں اور کہتے ہیں

"نماز جنازہ میں سورہ الفاتحہ نہ پڑھنے کا کوئی ثبوت
نہیں ہے۔" (صفحہ ۷۱)

جواب : یہ بات کسی جاہل سے جاہل آدمی پر بھی مخفی نہیں۔ کہ ثبوت

مدعی کے ذمہ ہوتی ہے۔ منکر کے ذمہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے :

"البينة على المدعى واليمين على من أنكر أو كما قال عليه السلام"

دلیل ثابت کرنے والے کے ذمہ ہے۔ نفی کرنے والے کے ذمہ نہیں، لیکن خاکی جان صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے الٹی گنگا چلاتے ہیں۔ نفی کے اوپر دلیل کامطالبہ کرتے ہیں۔ خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"ایک انتہائی عجیب و غریب مضحکہ خیز اصول"۔

(صفحہ ۷۱)

اور اس کے تحت لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چند صحابہ کرام سے ثابت ہو رہی ہے۔ (صفحہ ۷۱)۔

جواب : میں نہیں سمجھا کہ عبدالباقی صاحب نے یہ بات واقعی اصول کے طور پر ذکر کی ہے یا کیسے؟ پوری عبارت میرے سامنے نہیں۔ البتہ ہمارے ہاں سنت کی تعریف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو مع الترک احیانا اور سورہ فاتحہ فی الجنازہ سنت اس لئے نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ تو کیا صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے جمہور اس کے قائل نہیں۔ باقی بچے کہ اوپر کوئی متعین اور مقرر دعا کے ہم قائل نہیں۔ جس طرح بڑوں کی نماز جنازہ میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں۔ بلکہ جو بھی ماثور دعا پڑھے درست ہے اس طرح بچے کے اوپر بھی جو بھی دعا پڑھے تو درست ہوگا۔ خاکی جان صاحب کا اعتراض تب صحیح ہوتا کہ ہم کہتے کہ صرف یہی دعا پڑھی جائے اس کے علاوہ کوئی اور دعا نہ پڑھی جائے۔ حالانکہ ہم ایسا نہیں کہتے۔

خاکی جان صاحب کا دھوکہ

لکھتے ہیں :

"دوسروں کے لئے سنت کو بھی وہ صحابی کا قول صحابی کا قول کہہ کر اسے مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔" (صفحہ ۷۳)

جواب : خاکی جان صاحب! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ پڑھنا ثابت کر دیں اگر ہم نے اس کو صحابی کا قول کہہ کر مشکوک بنانے کی کوشش کی تو آپ کا اعتراض بجا۔ لیکن یہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہی نہیں ہے۔ خاکی جان صاحب کا دھوکہ ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے سنت کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا کہ سورہ الفاتحہ فی الجنازۃ کا سنت ہونا ثابت اور طے شدہ امر ہے اور ہم اس کو مشکوک بنا رہے ہیں حالانکہ یہ نرا دھوکہ ہے۔ پہلے ثابت تو کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں کہ :

"مفتی صاحب نماز جنازہ میں حمد و ثناء کے الفاظ بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے۔" (صفحہ ۷۴)

جواب : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں جس میں نماز جنازہ کی تعلیم ہے۔ اس میں ہے :

"فاذا وضعت کبرت و حمدت اللہ وصلیت علی نبیہ"۔ (فتح القدیر طبع جدید ۲-۱۲۶)

یہاں حمدت سے حمد وثناء ہی مراد ہے' کچھ اور نہیں۔

تشہد کے بعد دعاء ربنا آتنا فی الدنیا حسنة پر اعتراض

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"تشہد اور درود کے بعد دعا اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ "والی دعا آپ ہی حضرات نے متعارف کروائی ہے۔" (صفحہ ۴۷)

جواب : ھدایہ میں ہے :

"ودعا بما یشبه ألفاظ القرآن والأدعية الماثورة"۔ (۱۔۱۱۳)

مقصد دعا ہے۔ قرآنی دعا پڑھے یا حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دعا پڑھے ۔سب جائز ہے اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ البتہ قرآنی دعا پر خاکی جان صاحب کا اعتراض سمجھنے میں نہ آنے والی بات ہے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عام حالات میں یہ دعا کثرت سے ثابت ہے۔

عن أنس أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یکثر أن یدعو بهذا الدعاء اللهم آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اھ (رواہ البخاری فی الادب المفرد (ص۔ ۲۰۳)

کیونکہ یہ نہایت ہی جامع دعا ہے اور پھر الفاظ و معانی سب منجانب اللہ ہیں۔ اس کے حسن و خوبی میں سوائے خاکی جان صاحب کے اور کسی کو

کیا کلام ہو سکتا ہے۔ کیوں خاکی جان صاحب اگر کوئی صرف اس دعا "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة" پر اکتفاء کرے تو اس کی نماز سنت کے موافق ہو گی یا مخالف؟ جواب دلیل سے دیں۔

دھرا معیار

خاکی جان صاحب نے وتر فی القنوت کے لئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر پر اعتراض کیا ہے۔ کہ اس کی سند میں عطاء بن السائب ہے۔ جن کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ (صفحہ ۷۲)

جواب : خاکی جان صاحب نے صفحہ ۶۶ پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔ جس میں سات' پانچ' اور چار مرتبہ تکبیر کا ذکر ہے۔ اور اس پر عمل کا مشورہ بھی دیا ہے۔ اس میں بھی عطاء بن السائب ہیں۔ علامہ ھیثمیؒ نے اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"فیه عطاء بن السائب وهو حسن الحدیث"

خاکی جان صاحب نے وہاں تو اس کے ساتھ حسن الحدیث نقل کیا لیکن یہاں اس کو حسن الحدیث بھی نہیں سمجھا آخر یہ دھرا معیار کیوں چلایا جا رہا ہے؟ خاکی جان صاحب یہاں وہ ترازو کیوں قائم نہیں کرتے جو انہوں نے صفحہ ۶۶ پر قائم کیا ہے۔

ریکارڈ توڑ تحریف

مولوی عبدالباقی صاحب نے اپنے جواب میں حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا تھا پہلے تو اس پر یہ اعتراض کیا کہ "اول تو روایت کا ماخذ درکار ہے کہ یہ کس کتاب کی روایت ہے اور اس کی سند کیسی ہے؟ صفحہ ۶۳۔ حالانکہ صفحہ ۵۰ پر سنن کبری سے نقل کرتے ہیں۔

"وروینا عن ابن مسعود و عبداللہ بن عمرو بن العاص فی قراءۃ الفاتحۃ فی صلاۃ الجنازۃ"

یہاں صرف "روینا" سے ذکر ہے لیکن خاکی جان صاحب یہاں نہ سند کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ اس کی سند کی تحقیق۔ کیونکہ اس سے ان کے دہرے معیار کو دھچکا لگے گا۔ خیر عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کا ماخذ اور سند مانگا۔ اور جب عبدالباقی صاحب نے ماخذ اور سند دونوں ذکر کئے پوری عبارت یہ ہے :

"وقدقال الحافظ ابن حجرؒ فی الفتح (۲-۱۷۲) اخرجہ عمر بن شیبہ فی کتاب مکۃ من طریق حماد عن أبی ضمرہ (الصحیح ابی حمزہ) عن ابن عباس قال قلت لہ' کیف أُصلی فی الکعبۃ قال کما تصلی علی الجنازہ تسبح وتکبر ولا ترکع ولا تسجد ثم عند أرکان البیت سبح و کبر و تضرع و استغفرولا ترکع ولا تسجد و سندہ صحیح حاشیہ نصب الرایہ" (۲-۱۷۲)

اس پر خاکی جان صاحب فرماتے ہیں :

"اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا تعلق بیت
اللہ میں نماز ادا کرنے سے ہے۔" (صفحہ ۷٦)

جواب : یہاں پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ "کما تصلی" کہہ کر نماز جنازہ کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں۔ یعنی جس طرح نماز جنازہ میں تسبیح اور تکبیر ہے اور رکوع و سجدہ نہیں ہے۔ اس طرح خانہ کعبہ کے اندر نماز بھی صرف تکبیر و تسبیح ہے۔ رکوع و سجود کے بغیر۔ خاکی جان صاحب نے اس اثر کے ترجمے میں بدترین خیانت کی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں " کماتصلی علی الجنازة تسبح و تکبر" یعنی جیسا کہ آپ جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبیر پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں (تسبیح و تکبر) مضارع کے الفاظ ہیں۔ مگر خاکی جان صاحب اپنی مطلب براری کے لئے اس کو صرف صلاۃ فی الکعبہ سے متعلق کرنے کے لئے ان مضارع کے صیغوں کا ترجمہ امر کے ساتھ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جیسے تو جنازہ پر نماز پڑھتا ہے۔ تسبیح اور تکبیر کہہ"

یہاں پر مضارع کو امر کے معنی میں کر کے یہ تحریف اس لئے کی تاکہ یہ صرف صلاۃ فی الکعبہ کی تعلیم بن جائے حالانکہ یہ کماتصلی علی الجنازہ کی تفسیر ہے۔ یعنی کہ جیسا تو نماز جنازہ پڑھتا ہے۔ تسبیح پڑھتے ہو اور تکبیر کہتے ہو۔ اب قارئین ملاحظہ کریں کہ یہاں پر یہود کے طریقہ "یحرفون الکلم من بعد مواضعہ" پر کون عمل پیرا ہے؟

کیوں خاکی جان صاحب! یہاں خیانت آپ نے کی ہے یا امین اوکاڑوی صاحب نے؟ باقی آپ کا یہ کہنا کہ یہ روایت بیت اللہ میں نماز پڑھنے کے عنوان سے فتح الباری میں تلاش کیا۔ کتاب الحج باب من کبر فی نواحی الکعبہ

میں مجھے یہ روایت ملی (صفحہ ۷۶) اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ "تسبیح و تکبیر" صلاۃ فی الکعبہ کی تفسیر بنے۔ کیونکہ یہ دونوں مضارع کے صیغے ہیں۔ اور نماز جنازہ کی تفسیر ہے۔ صلاۃ فی الکعبہ کے عنوان میں اس کو اس لئے لاتے ہیں کہ یہاں صلاۃ فی الکعبہ سے متعلق ہے۔ اور صلاۃ فی الکعبہ کی تشبیہ انہوں نے صلاۃ جنازہ کے ساتھ دی اور آگے صلاۃ جنازہ کی تفسیر ذکر کی۔ واقعی:

ما اھل حدیثیم و دغار انشناسیم؟

خاکی جان صاحب تشبیہہ کا مطلب نہیں سمجھے

لکھتے ہیں:

"اس اثر میں یہ بات بالکل موجود نہیں ہے کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے جناب ابوحمزہ کو نماز جنازہ کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے۔" (صفحہ ۷۷)

جواب: خاکی جان صاحب ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ یہاں صلاۃ فی الکعبہ ہی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ مگر نماز جنازہ کے ساتھ تشبیہ دے کر اور آگے "تسبیح و تکبیر" نماز جنازہ کی تفسیر ہے۔ یعنی جیسا کہ نماز جنازہ میں صرف تسبیح و تکبیر ہے اسی طرح صلاۃ فی الکعبہ میں بھی صرف تسبیح و تکبیر ہے۔ خاکی جان صاحب آگے فرماتے ہیں:

"اس اثر سے مفتی صاحب اور مولانا اوکاڑوی صاحب نے نماز جنازہ میں جو سورہ فاتحہ کی نفی پر استدلال کیا ہے تو اس سے اس کی قطعاً" نفی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس اثر

سے تو سورہ فاتحہ پڑھنے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ عام
نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا حنفیوں کے نزدیک بھی واجب
ہے۔" (صفحہ ۷۷)

جواب : خاکی جان صاحب یہ عجیب ہے۔ کہ دعوی تو خاص ہے اور دلیل عام پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ آگے صفحہ ۷۸ پر خود لکھتے ہیں :

"گویا موصوف دعوی خاص فرما رہے ہیں۔ لیکن
اس کے لئے دلیل عام پیش کرتے ہیں"

تو جب آپ کے نزدیک دعوی خاص کے لئے عام دلیل لانا مناسب نہیں۔ تو یہاں اس کے خلاف کیوں کر رہے ہیں۔ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

آگے ارشاد فرماتے ہیں :

"اور جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بیت اللہ میں
پڑھی جانے والی نماز کو جنازہ کی طرح سمجھا لہذا ثابت ہوا کہ
نماز جنازہ میں بھی عام نمازوں کی طرح سورہ فاتحہ پڑھی
جائے۔" (صفحہ ۷۷)

جواب : خاکی جان صاحب اس اثر کی وجہ سے خوب چکرائے ہوئے ہیں اور انہوں نے صفحہ ۴۲ پر جو لکھا تھا :

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اس کا پورا نقشہ سامنے آ رہا ہے۔ خاکی جان صاحب! آپ نے اسی صفحہ پر

لکھا ہے کہ :

"وہ (ابن عباسؓ) انہیں بیت اللہ میں نماز ادا کرنے
کا طریقہ بتا رہے تھے۔ یعنی نماز جنازہ میں جس طرح رکوع و
سجود ادا نہیں کئے جاتے اسی طرح اس نماز کو ادا کیا جائے۔
لیکن ان کا قول جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مرفوع
روایت کے مقابلے میں قابل قبول نہیں۔" (صفحہ ۷۷)

آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا صلاۃ فی ا لکعبہ کو غلط قرار دیا۔ اور اس سے چند سطر اوپر بھی آپ نے لکھا ہے :

"لیکن یہ ان کا خیال تھا کہ اس نماز میں نماز جنازہ کی
طرح رکوع و سجود نہ کئے جائیں۔" (صفحہ ۷۷)

الغرض جب ابن عباسؓ کی یہ نماز آپ کے نزدیک غلط ثابت ہوئی۔ تو پھر آپ یہ کیسے کہتے ہیں "کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بیت اللہ میں پڑھی جانے والی نماز کو نماز جنازہ کی طرح سمجھا۔ اور جب ان کی صلاۃ فی ا لکعبہ آپ کے نزدیک غلط ثابت ہوئی تو اس سے جنازہ میں فاتحہ کا اثبات کیسے کرتے ہیں؟ جناب خاکی جان صاحب! جب عبداللہ بن عباسؓ نے صلاۃ فی ا لکعبہ کو نماز جنازہ کے ساتھ تشبیہ دی اور نماز جنازہ کی تفسیر بھی خود " تسبیح و تکبر" کہہ کر کی۔ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ میں بھی عام نمازوں کی طرح سورہ فاتحہ پڑھی جائے جب مشبہ بہ میں سورہ الفاتحہ نہیں تو مشبہ میں کہاں سے ثابت ہوا؟ فافہم و تدبر۔ آپ کے ہاں ہمیشہ الٹی گنگا بہتی ہے۔

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"تسبیح سے مراد سبحان اللہ یا سبحان ربی الاعلی یا سبحان ربی العظیم ہے۔" (صفحہ ۷۷)

جواب : امت اس پر متفق ہے کہ سبحان ربی العظیم رکوع اور سبحان ربی الاعلی سجود کے اذکار ہیں۔ اور نماز جنازہ میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ۔ اس لئے تسبیح سے ثناء مراد ہو گی۔ جس میں اللہ تعالی کی تقدیس بیان ہو۔

تنبیہہ

صلاۃ فی الکعبہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے اور خاکی جان صاحب نے بھی لکھا ہے۔ لیکن ان کا یہ قول جناب بلال رضی اللہ نہ کی مرفوع روایت کے مقابلے میں قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ (صفحہ ۷۷)۔ اسی طرح انہوں نے اقعاء کو بھی سنت کہا ہے۔ حالانکہ سنت نہیں ہے۔ صرف طواف سے حلال ہونے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو سنت کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سنت نبوی ہو۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ پڑھنا بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی صحیح سند سے اس کے بارے میں امر ثابت ہے۔ خاکی جان صاحب نے اپنے زعم کے مطابق "تسبیح" سے مراد سبحان اللہ یا سبحان ربی الاعلی یا سبحان ربی العظیم مراد لے کر ثناء کی نفی کردی۔ اور آگے کہتے ہیں :

"اب لے دے کر صرف تکبیر بچ جاتی ہے اور سورہ

فاتحہ کے ساتھ ثناء و درود اور دعاء کا بھی اس اثر میں کوئی
ذکر نہیں۔" (صفحہ ۷۸)

جواب : اگر اس اثر میں درود اور دعا کا ذکر نہیں تو کیا ہوا؟ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے اثر میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے لہٰذا فاتحہ کا ذکر نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

خاکی جان صاحب کی پریشانی

خاکی جان صاحب! اس اثر سے خاصے پریشان ہو گئے۔ خلاصی کی کوئی صورت نہیں بنی۔ تو کہنے لگا :

"اس اثر کو پیش کر کے خلط مبحث کیا گیا اور
زبردست مغالطہ دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کی گئی
ہے۔" (صفحہ ۷۸)

جواب : نہ دھوکہ ہے نہ فریب اور نہ مغالطہ۔ چونکہ یہ اثر خاکی جان صاحب کے زعم کے خلاف ہے۔ اس لئے اس میں ان کو مغالطہ بھی نظر آ رہا ہے اور دھوکہ اور فریب بھی۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

خاکی جان صاحب عبدالباقی صاحب کے غالباً" تیسرے جواب کے بارے میں لکھتے ہیں :

"مفتی صاحب نے جتنے آثار ذکر کئے ان میں سے
کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہ
پڑھی جائے۔" (صفحہ ۷۸)

جواب : خاکی جان صاحب یہاں وہی موروثی دھوکہ دہرا رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے، منکر کے ذمہ نہیں۔ چونکہ خاکی جان صاحب سورۃ الفاتحہ فی الجنازہ کے سنت نبوی ہونے کے مدعی ہیں۔ لہٰذا ان کے ذمہ لازم تھا کہ وہ صرف ایک صحیح حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ فی الجنازۃ ثابت کرتے۔ لیکن خاکی جان صاحب کے ہاں چونکہ الٹی گنگا بہتی ہے۔ اور ایسی حدیث پیش کرنے سے قاصر رہا ہے۔ تو نفی کرنے والوں سے دلیل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں :

"ان آثار میں صرف اتنا ہے کہ جنازہ میں قرات نہیں۔" (صفحہ ۷۸)

جواب : خاکی جان صاحب نے یہ بات اس سے پہلے بھی دہرائی ہے۔ اس بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قرات کا لفظ نمازوں میں قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے آتا ہے۔ اس سے پہلے بھی خاکی جان صاحب نے عبداللہ بن عمرؓ کے اثر پر اعتراض کیا تھا۔ کہ اس میں صرف "لا یقرا" ہے یعنی وہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیا نہیں پڑھتے تھے اس کی وضاحت نہیں۔ اور ہم نے ان کی اس غلطی کو خود ان کی کتاب میں صفحہ ۵۰ پر حافظ ابن حجرؒ کی ذکر کردہ عبارت سے واضح کی تھی اب اس غلطی کو یہاں پھر دہرا رہے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں :

"گویا موصوف دعوی خاص فرما رہے ہیں۔ لیکن اس کے لئے دلیل عام پیش کرتے ہیں۔" (صفحہ ۷۸)

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ خاکی جان صاحب نے اس سے قبل خود اس کا

ارتکاب کیا ہے۔ جنازہ میں سورہ فاتحہ کو ثابت کرنے کے لئے عام نمازوں میں سورہ فاتحہ کے وجوب سے استدلال کیا ہے۔ تو یہاں دوسروں پر کیسے اعتراض کرتے ہیں؟۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں نہ عموم ہے نہ خصوص۔ یہ صرف خاکی جان صاحب کی لاعلمی کے کرشمے ہیں۔ اس لئے کہ دعوی یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ سنت نہیں ہے۔ اور آثار میں بھی نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا وجود نہیں ہے۔ تو یہاں نہ عموم ہے نہ خصوص۔ خاکی جان صاحب اپنی بے علمی کی بناء پر آثار میں عدم قرات کو عام مان رہے ہیں۔ اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کی قرات کو خاص مان رہے ہیں لیکن یہ ان کی بھول ہے نماز میں قرأ یا لا یقرأ کا تعلق قرات سے ہوتا ہے۔ اذکار وادعیہ سے نہیں جیسا کہ ہم نے ابن عمرؓ کے اثر پر ان کے اعتراض کے جواب میں واضح کیا۔

خاکی جان صاحب کا تضاد

خاکی جان صاحب نے ابھی صفحہ ۷۸ کے تقریبا" اختتام پر اعتراض کیا تھا کہ عبدالباقی صاحب کا دعوی خاص ہے۔ اور دلیل عام ہے۔ لیکن ابھی صفحہ ۷۹ کی پہلی سطر پر خود دعوی خاص کے لئے دلیل عام پیش کر رہے ہیں۔

قیاس کن زگلستاں من بہار مرا

لکھتا ہے "میرے خیال میں (خاکی جان صاحب آپ کے خیال کا نہیں دلیل کا اعتبار ہوتا ہے۔ راقم الحروف) کوئی صحابی اس حدیث "لا صلاۃ لمن لم

یقرا بفاتحۃالکتاب" سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔" (صفحہ ۷۹)

جواب : یہاں دعوی خاص تھا اور دلیل عام دی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے بے خبر نہ ہونا اور بات ہے۔ اور نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور بات ہے۔ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی ہے۔ لیکن خود ان سے کسی بھی جنازے میں صحیح سند کے ساتھ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ اگر ہے تو خاکی جان صاحب پیش کردے۔ وانی لہ ذلک۔ اس لئے اس حدیث سے باخبر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام صحابہ نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی بھی ہو۔ اور جب تمام صحابہ کرام سے پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ تو خاکی جان صاحب کا مولوی عبدالباقی صاحب کی اس بات کو سفید جھوٹ قرار دینا رجما" بالغیب ہے۔ جس میں انہوں نے جمہور صحابہ اور خلفاء راشدین کے متعلق کہا تھا کہ ان سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں۔ کیوں خاکی جان صاحب۔

لڑتے ہو اور ہاتھ میں تلوار نہیں ہے

خاکی جان صاحب لکھتے ہیں :

"مفتی صاحب نے نماز جنازہ کو جو دعا کہا ہے اور
اسے عام نمازوں سے علیحدہ قرار دیا ہے۔ تو اس کے لئے
کسی واضح نص کی ضرورت ہے۔" (صفحہ ۷۹)

جواب : اس عبارت میں ایک تو اس دھوکہ کو دہرایا گیا ہے جس میں خاکی جان صاحب دلیل منکر کے ذمے لگانے کی کوشش کرتا چلا آ رہا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی نماز جنازہ کا طریقہ پہلے ذکر کیا ہے جس میں ہے :

"قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
إذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا و
میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا
وذکرنا وأنثانا ترمذی باب ما یقول فی الصلاۃ
علی المیت"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی میت پر نماز جنازہ پڑھتے۔ تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اس سے اور واضح نص کیا ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ثابت ہے تو وہ صرف دعا ہے۔ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت نہیں۔ اگر یہ واضح نص بھی خاکی جان صاحب کو واضح نظر نہیں آتا۔ تو یہ ان کی آنکھوں کا قصور ہے۔

گرنہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

خاکی جان صاحب آگے لکھتے ہیں :

"سورہ فاتحہ کے جو دلائل ہم نے ذکر کئے ہیں۔ اگر مفتی صاحب ان ہی کو پیش نظر رکھیں اور سورہ فاتحہ کی قرات کو عام قرات سے مستثنٰی سمجھ لیں تو اس طرح بھی تمام دلائل میں تطبیق ہو جائے گی۔" (صفحہ ۷۹)

جواب : خاکی جان صاحب نے صفحہ ۶۱ پر خود کہا ہے کہ دلائل صرف دو ہیں قرآن اور حدیث اور اب تک اپنے دعوؤں پر نہ قرآن کریم سے کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث۔

صرف چند صحابہ کرام کے چند اقوال ہیں۔ جو ان کے نزدیک خود حجت نہیں ہیں۔ تو معلوم نہیں کہ یہ کن دلائل کا ذکر کر رہے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں :

"اگر مفتی صاحب ان ہی کو پیش نظر رکھ لیں۔"

یعنی صحابہ کے اقوال جو خود ان کے نزدیک حجت نہیں ہے۔ ان کو پیش نظر رکھے' خاکی جان صاحب صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ :

" مابدولت جناب خاکی جان صاحب جو کچھ ارشاد فرما رہے ہیں۔ اگر خاکی جان ہی کی رائے کو لی جائے تو ......۔"

آپ اپنی آراء کو دلائل کیسے قرار دیتے ہیں؟۔

مضحکہ خیزبات

لکھتے ہیں :

"اگر سورہ فاتحہ کی قرات کو عام قرات سے مستثنیٰ سمجھ لیں۔ تو اس طرح بھی تمام دلائل میں تطبیق ہو جائے گی۔" (صفحہ ۷۹)

جواب : یہ کتنی مضحکہ خیزبات ہے اس سے پہلے تو ابن عمرؓ کے اثر میں فاتحہ کی قرات مراد نہیں لیتے تھے۔ یہاں خود قرات کو فاتحہ کے ساتھ لگا رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کو عام قرات سے مستثنیٰ کیسے مان لیا جائے۔ اس کی کیا صورت ہو گی؟ خاکی جان صاحب جنازہ کو عام نمازوں پر قیاس کر رہے ہیں تو کیا قرات فاتحہ کو قرات فاتحہ سے مستثنیٰ مان لیا جائے؟ اور اس سے کون سے مختلف ادلہ میں تطبیق ہو جائے گی؟۔

خاکی جان کا تضاد

مولوی عبدالباقی نے بدائع الصنائع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم اجمعین کے آثار نقل کئے تھے۔ اس پر خاکی جان صاحب ارشاد فرما رہے ہیں :

" ان اثار کے شروع کے الفاظ یوں ہیں۔ روی عن ابن مسعود..... روی عن عبدالرحمن بن عوف و ابن عمر۔"
(صفحہ ۷۹)

آگے لکھتے ہیں :

خاکی جان صاحب کیسے چہک چہک کر بول رہے ہیں " کس نے روایت کی ہے کچھ معلوم نہیں، روایت کرنے والوں کا اتہ پتہ نہیں۔" (صفحہ ۷۹)

حالانکہ خود اپنی اسی کتاب میں صفحہ ۵۰ پر امام بیہقی کی عبارت نقل کی ہے وہ بھی روینا سے شروع ہے۔ پوری عبارت یوں ہے۔

ورویناعن ابن مسعود و عبداللہ بن عمرو بن العاص فی قراءۃ الفاتحۃ فی صلاۃ الجنازۃ سنن کبری۔" (۴۰۰۴) صفحہ ۵۰

اگر یہاں روینا مجہول کا صیغہ ہے تو جو اعتراض یہاں خاکی جان صاحب نے عبدالباقی صاحب پر کیا ہے وہی اعتراض ان پر بھی لازم آتا ہے اور اگر معروف کا صیغہ ہے۔ اور خاکی جان نے ترجمہ بھی معروف کے صیغے کا کیا

ہے۔ تو پھر امام بیہقیؒ کا عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست سماع تو ہے نہیں۔ بیچ کے واسطے کہاں ہیں۔ کون ہیں اور کیسے ہیں؟ یہ سارے سوالات یہاں بھی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن قربان جائیے۔ خاکی جان صاحب کے۔ کہ ایسے موقعوں پر "صم بکم عمی" کا مصداق بن جاتے ہیں۔

خاکی جان صاحب کا سفید جھوٹ

لکھتے ہیں:

"اکابر احناف نے بھی تسلیم کیا ہے کہ صحابی جب لفظ "سنت" کہے گا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہو گی۔"

(صفحہ ۷۹)

جواب: خاکی جان صاحب یہ سفید جھوٹ ہے۔ اور بے پر کی اڑا رہے ہیں۔ آپ نے علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ سے حوالہ دیا تھا اس میں لفظ "عندھم" ہے یعنی محدثین کے ہاں "عندنا" نہیں کہا۔ اور کسی کا مذہب ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہ اس کا بھی مذہب ہے۔ دوسرا آپ نے علامہ عینیؒ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اس میں آپ نے عینیؒ پر جھوٹ بولا ہے۔ عمدۃ القاری میں آپ کی ذکر کردہ عبارت نہیں ہے۔ وہاں وہی عبارت ہے جو نصب الرایہ میں ہے۔ جو کہ "عندھم" کے ساتھ ہے یہ بات پہلے گذر چکی ہے۔

اور اس کے جواب میں ہم نے امام طحاویؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کا قول

پیش کیا ہے۔ کہ صحابی جب لفظ "سنت" کہے تو اس سے سنت نبوی مراد نہیں ہوگا۔ بلکہ کسی صحابی کی سنت مراد ہو سکتی ہے۔ نیز آپ نے امام شافعیؒ کا حوالہ بھی دیا ہے حالانکہ یہ امام شافعیؒ کا قدیم مرجوع عنہ قول ہے۔ جیسا کہ ہم نے علامہ عراقیؒ کی کتاب "التقیید والایضاح" سے نقل کیا۔ جب اکابر احناف سے اس قسم کی کوئی روایت ہی نہیں تو آپ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے آخر سفید جھوٹ کا سہارا کیوں لیتے ہیں؟ کیا آپ لوگوں کا حدیث میں صرف "واذا حدث کذب" پر ہی عمل ہے؟

خاکی جان صاحب آگے اُم انصاریہؓ کی روایت کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس میں ہے :

"أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نقرأ على الجنازة بفاتحة الكتاب" (صفحہ ۸۰)

جواب : اس حدیث پر کلام گذر چکا ہے یہ ضعیف ترین روایت ہے اس میں ایک راوی ضعیف اور ایک منکر الحدیث ہے۔ اور جس روایت کی سند کی یہ حالت ہو۔ وہ حسن نہیں بلکہ حد درجہ ضعیف ہوتی ہے۔

خاکی جان صاحب فرماتے ہیں۔

"مفتی صاحب کو غلط فہمی لگی ہے۔ کہ وہ اس روایت کو ازحد ضعیف لکھ رہے ہیں۔" (صفحہ ۸۰)

جواب : غلط فہمی مفتی صاحب کو نہیں خاکی جان کو لگی ہے کہ جس روایت کی سند میں ایک راوی ضعیف ہو اور دوسرا منکر الحدیث ہو اور پھر بھی اس کو ضعیف کے بجائے حسن کہتے ہیں یہ عجیب بات ہے۔ صفحہ ۶۴ پر عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر میں عطاء بن السائب راوی ہے اس پر اختلاط کا الزام

ہے۔ تقریب التہذیب میں ہے۔ صدوق اختلط فی آخرہ اور اس اثر کو صرف اختلاط راوی کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار دیا۔ حالانکہ ایک جگہ خود بھی اسی عطاء بن السائب کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ الغرض اختلاط کی وجہ سے تو روایت کو ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں۔ لیکن منکر الحدیث ہونے کے باوجود روایت کو حسن قرار دینے کی ناکام کوشش میں لگے ہیں۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آگے خاکی جان صاحب نے اپنی کچھ لغزشوں کا ذکر کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح یہاں اپنی لغزش کو تسلیم کیا ہے۔ اپنی اس لغزش کہ صحابی جب لفظ "سنت" کہے اس سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے کو بھی تسلیم کرلیں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔

آ جائے گا راہ پر باتوں ہی باتوں میں
مان ہی جائے گا دو چار ملاقاتوں میں

واللہ أعلم بالصواب والیہ المرجع والیہ المآب ولہ الحمد أولا وآخرا وصلی اللہ تعالی علی خیر البریہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین وعلی من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

کتبہ

أبو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
مطابق ۶ر اگست ۱۹۹۷ء

کچھ اس کتاب کے بارے میں

امت مسلمہ جو آج ہر طرف سے داخلی اور بیرونی فتنوں میں گھری ہوئی ہے ہر طرف انتشار اور افتراق کی ہوائیں اڑ رہی ہیں اس وقت فروعی اختلافی مسائل کو اچھالنا اور قوم کے رہے سہے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا تخریب ہے تعمیر نہیں ہے، فساد فی الاض ہے، اصلاح نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لیکن بعض لوگ سستی شہرت حاصل کرنے کی غرض سے اس قسم کے پمفلٹوں اور رسالوں سے قوم میں تشویش پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی جو کبھی نام نہاد جماعت مسلمین سے جا ملتے ہیں کبھی کیماڑی کی نام نہاد حزب اللہ سے اور کبھی اس سے ناراض ہو کر غیر مقلدین سے جا ملتے ہیں اب معلوم ہوا ہے کہ موصوف توبہ کر کے پھر سے کمال عثمانی کے دامن کے نیچے پناہ حاصل کر چکے ہیں موصوف نے حال ہی میں اس موضوع پر رسالہ شائع کیا ہے جس میں بزعم خویش غیر سنت کو سنت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور بے جا اعتراضات کیئے ہیں یہ رسالہ جناب ڈاکٹر خاکی جان صاحب کے ان رسالوں کے ازالہ کے لئے تحریر کیا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ اس باب میں ان کا دامن دلیل سے بالکل خالی ہے، سوائے دھوکے اور فریب کے موصوف کے پاس کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

نیز د پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مونځ، پشتو زبان میں پہلی مرتبہ طہارت اور نماز کے مفصل مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں، جس میں غیر مقلد نورستانی کی کتاب کا مدلل تعاقب کیا ہے یہ بھی عنقریب دوبارہ شائع ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔